مکتوباتِ معصومیہ

اردو ترجمہ

یعنی

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے

صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہٗ

کے مکتوبات قدسی آیات کے

دفتر سوم کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رح

فہرست مضامین

مقدمہ : از مترجم — ۱۹

دیباچہ : از جامع مکتوبات حصہ سوم — ۲۱

مکتوب ۱ : اپنے برادر بزرگ پیشوائے کاملین، امام عارفین، زبدۂ علمائے راسخین، وارثِ کامل، متبع اکمل، مظہر اسرار رب حمید، حضرت شیخ محمد سعید قدس اللہ سرہ الاقدس کے نام حدیث شریف مَنْ اَحَبَّ اَخَاہُ فَلْیُعْلِمْہُ اِیَّاہُ [جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے محبت کرتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اسے بتادے) کے بموجب شوق و محبت کے لوازم اور حقیقتِ وصل کی طرف اجمالی اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ — ۲۵

مکتوب ۲ : مخدوم زادہ گرامی شیخ عبد الاحد کے نام اس بارے میں کہ افضلیت عالمِ خلق و عالمِ امر کے درمیان دائر ہے (پھرتی رہتی ہے) لیکن کلی فضیلت عالمِ خلق کیلئے ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت کی شرح میں جو ایک مکتوب میں آئی ہے کہ تکمیل و دعوت میں آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق جل وعلا کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے اور اس بارے میں کہ یہ جو حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبند) قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ سیر و سلوک سے مقصود یہ ہے کہ (ایمان) استدلالی کشفی ہو جائے اور اجمالی تفصیلی بن جائے (یہ) ارباب جہل کی نسبت کس طرح درست ہوگا اور اس بیان میں کہ حقیقتِ محمدی کا اپنے مقام سے عروج اور اس کا حقیقتِ احمدی تک پہنچنا کس معنی میں ہے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ — ۲۶

مکتوب ۳ : مخدوم زادہ گرامی شیخ محمد خلیل اللہ کے نام اپنے برادرِ کلاں امام العارفین قدوۃ الواصلین واقفِ اسرارِ کلام مجید حضرت شیخ محمد سعیدؒ کے بعض مناقب و محاسن کے بیان میں تحریر فرمایا جو کسی تقریب سے لکھا گیا۔ — ۳۱

مکتوب ۴ : ان مکتوبات قدسی آیات کے جامع فقیر حقیر محمد عاشور بخاری کے نام اہل اللہ کا طریقہ اور ان کے سیر سلوک کا خلاصہ اور لطائف عالمِ امر کی فنا اور ان کی بقا کو مفصل طور پر بیان کرنے اور عالمِ خلق کے لطائف کی ان لطائف عالمِ امر میں سے ہر ایک کے ساتھ مناسبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — ۳۳

مکتوب ۵ : قاضی عارف کشمیری کے نام حدیث اَرْوَاحُھُمْ اَیِ الشُّھَدَآءِ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ الخ کی علما و صوفیہ کے طریقہ پر شرح اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — ۳۵

مکتوب ۶ : سلطانِ وقت حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام نصیحتوں کے بیان اور مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ [جس شخص نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا] کے بموجب امن و امان کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — ۳۹

مکتوب ۷: شیخ محمد صدیق سرہندی کے نام اُس شبہ کو دُور کرنے کے بیان میں کہ انھوں نے کلمۂ طیبہ کے
اس معنی پر وارد کیا تھا جو صوفیہ کے نزدیک لاموجود الا اللہ سے عبارت ہے۔ ۴۱

مکتوب ۸: خواجہ عبداللہ اسلام خانی کے نام مشائخ کے اس قول لا اذکر الا اللہ جو کہ سالک کے وجود
کی نفی کرنے والا ہے کے معنی اور آیتِ کریمہ کی نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا جو کہ ذاکر کے وجود کو ثابت
کرنے والی ہے کے معنی میں تطبیق دینے کے متعلق ان کے سوال کے حل میں تحریر فرمایا۔ ۴۳

مکتوب ۹: قاضی عنایت اللہ کے نام ضروری نصیحتوں اور طریقۂ عالیہ کی تعلیم میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے
حضرتِ والا سے غائبانہ طلب کیا تھا۔ ۴۴

مکتوب ۱۰: مرزا لطیف بخاری کے نام ذکر کی مداومت پر ترغیب دینے اور فنائے قلبی حاصل کرنے پر تحریص
دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۵

مکتوب ۱۱: محمد باقر لاہوری کے نام بعض ضروری نصائح کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اجازت
کی بعض اقسام مجاز کے کمال پر موقوف نہیں ہیں۔ ۴۶

مکتوب ۱۲: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۷

مکتوب ۱۳: نیز حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ؍؍

مکتوب ۱۴: اسلام خاں کے نام عشق کے اسرار اور اس کے خواص کے بیان میں تحریر فرمایا ۴۸

مکتوب ۱۵: نیز اسلام خاں کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ غور کرنا ناگزیر ہے کہ کل
(قیامت) کے لئے کیا تیار کیا ہے۔ ۴۹

مکتوب ۱۶: محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام اُن کے سوالوں کے جواب اور اُن لوگوں کے رد میں جو کہ مسند مشیخت پر
بیٹھ گئے اور گمراہی کے جہالت کے جنگل میں پھنس گئے ہیں اور ان کے اعتقادات شریعت منورہ کے موافق نہیں ہیں
اور وحدتِ وجود کی تحقیق اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے فوائد اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۰

مکتوب ۱۷: مرزا ابوالمعالی کے نام بعض ضروری نصائح کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ترقی و
وصول کا مدار بدرجۂ غالب صحبت پر ہے۔ ۵۸

مکتوب ۱۸: صوفی پایندہ محمد کابلی کے نام ان کے لئے نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۰

مکتوب ۱۹: ملا پایندہ محمد کابلی کے نام اُن سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے کئے تھے۔ ؍؍

مکتوب ۲۰: شیخ محمد سعید فاروقی کے نام اُن کی بعض کیفیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۲

مکتوب ۲۱: صوفی نور بیگ کے نام اُن کو نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۳

مکتوب ۲۲: حافظ ابو اسحاق کے نام صوفیۂ عالیہ کی تعریف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۴

مکتوب ۲۳: مرزا غضنفر کے نام کیفیات کی شرح اور اُن واردات کی تعبیر میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ۶۵

مکتوب ۲۴: ملا اشتیاق برکی کے نام اس شبہ کے حل میں جو کہ آیۂ کریمہ واتبع ملة ابراہیم حنیفا سے پیدا ہوتا ہے اور
حدیث لا تفضلونی علی یونس ابن متی کی تحقیق میں اور الایمان لا یزید ولا ینقص کی شرح میں ۶۶

اور عوام کے ایمان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مساوات کا توہم دور کرنے اور شہدا جو کہ بعض فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں ان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کے توہم کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۶

مکتوب ۲۵: میر عبدالفتاح ولد حقائق آگاہ میر محمد نعمانؒ کے نام طلبگاری کے لوازم ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۷۱

مکتوب ۲۶: صوفی سعداللہ کابلی کے نام اُن کے وقائع کی تعبیر اور احوال کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۷۲

مکتوب ۲۷: ملا عطاء اللہ سورتی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۷۳

مکتوب ۲۸: شیخ نور محمد سورتی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۷۳

مکتوب ۲۹: میر محمد امین بخاری کے نام آیۂ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور آیۂ کریمہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض کی شرح و تفسیر میں تحریر فرمایا۔ ۷۴

مکتوب ۳۰: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام فنائے کامل کے حصول کے متعلق اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۷۶

مکتوب ۳۱: خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام اپنے اطوار پر افسوس کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۷۷

مکتوب ۳۲: قاضی حیدر لاہوری کے نام معرفت اور ایمانِ حقیقی حاصل کرنے پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۷۸

مکتوب ۳۳: خواجہ عبداللہ کولابی کے نام اس بارے میں کہ کثرت کے آئینہ میں وحدتِ حقیقی مشہود نہیں بلکہ اس کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ارواح کا شہود کمال میں داخل نہیں ہے۔ ۷۹

مکتوب ۳۴: شیخ امان اللہ نبیرۂ شیخ حمید بنگالی کے نام ان کو نصیحت کرنے اور حصولِ معرفت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۱

مکتوب ۳۵: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام فنا و بقا اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور تجددِ امثال کے غشا کی طرف اشارہ کے بیان میں اور اس بارے میں کہ تجلی ذات کا آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہونا کس معنی میں ہے اور کیا زوالِ عین واثر (حقیقتِ محمدی) کے ساتھ مخصوص ہے؟ اور عالمِ امر و نفسِ مطمئنہ و عناصرِ اربعہ کے منتہائے عروج کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۸۲

مکتوب ۳۶: ملا اشفاق برکی کے نام اس بارے میں کہ صحبت باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور معمولاتِ عبادات اور گوشہ نشینی و قطع تعلق پر ترغیب دینے میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر و سلوک سے مقصود شیخ و پیر بننا اور مرید بنانا نہیں ہے بلکہ فنائیت و محویت کا حاصل ہونا ہے۔ ۸۵

مکتوب ۳۷: میر عبداللہ بخشی کابلی کے نام طلبِ حق جل و علا پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۶

مکتوب ۳۸: غلام محمد افغان کے نام ایک حال کی تعبیر میں جو انہوں نے دیکھا تھا کہ فنا فی اللہ ہو جا اور بقا باللہ نہ ہو اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس عالمِ فانی میں مطلوب یہی درد و شوق ہے۔ 〃

مکتوب ۳۹: صوفی سعداللہ کابلی کے نام ان کی کیفیات و احوال کی شرح میں جو کہ انہوں نے لکھے تھے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک مسلم ہے یہ ہے کہ مطلوب کی یافت انفس میں منحصر ہے اور ہمارے حضرت عالی مجدد الف ثانی قدس اللہ سبحانہ سرہ کے نزدیک یافت کی حقیقت انفس سے باہر ہے ۸۹

مکتوب ۴۰: ملا ابو محمد لاہوری کے نام انسان کی عدمیتِ ذاتیہ کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۹۰

مکتوب ۴۱: سلطان عبد الرحمٰن کے نام حق جل وعلا کی خوشنودیاں حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۱

مکتوب ۴۲: صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے روشن احوال کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت جس جگہ سے بھی پہنچے (اس کو) اپنے پیر (کی جانب) سے جاننا چاہئے۔ ۹۲

مکتوب ۴۳: خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ (و مشیت) کی طرف لوٹانے اور ان کے متلون نہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۳

مکتوب ۴۴: خواجہ عبید اللہ کولابی کے نام کمالاتِ فنا و بقا کی شرح میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کام کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل سے چارہ نہیں ہے۔ ۹۴

مکتوب ۴۵: سید نور محمد بارہہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۵

مکتوب ۴۶: جان محمد بیگ کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہستیٔ حقیقی کو نیستی (فنائیت) کے جال کے بغیر شکار نہیں کر سکتے۔ ۹۶

مکتوب ۴۷: میرزا محمد صادق پسر نصیر خان کے نام طریقۂ خواجگان کے حقائق و خصائص اور جس چیز کے ساتھ ہمارے حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی) ممتاز ہیں اس کی طرف اشارہ اور طریقۂ نفی اثبات کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۷

مکتوب ۴۸: شیخ عبد الرحمٰن برادر شیخ عرب بخاری کے نام زمینِ ہند کی برکات اور نسبت کی حفاظت کی ہمیشگی پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۸

مکتوب ۴۹: محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ چونکہ مطلوبِ حقیقی آفاق و انفس سے ماوراء ہے (اسلئے) اس کے طالب کو چاہئے کہ آفاق و انفس سے گزر جائے اور اس کے ماوراء جد و جہد کرے۔ ۹۹

مکتوب ۵۰: حاجی مصطفےٰ بنگالی کے نام نصیحت اور دریافتِ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ٠

مکتوب ۵۱: میرزا محمد ہادی کے نام اس بیان میں کہ وحدت کے طالب کیلئے کثرت کا ترک کرنا ناگزیر ہے اور سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۰

مکتوب ۵۲: رفعت بیگ کے نام اپنے آپ سے اعراض کرنے اور اصل کی طرف متوجہ ہونے اور فنا و نیستی کے حصول پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا تاکہ بقائے کامل اس پر مترتب ہو۔ ۱۰۱

مکتوب ۵۳: حضرتِ والا (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ تعالیٰ کے خواہر زادہ (بھانجہ) شیخ عبد اللطیف کے نام لا الٰہ الا اللہ کی تشریح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ کلام مجید کے ساتھ متصف ہونا اس دید کے آثار سے ہے۔ ۱۰۲

مکتوب ۵۴: شیخ مظفر برہانپوری کے نام اس بیان میں کہ جب تک سالک کا واسطہ صفات و اعتبارات سے ہے علم و تمیز کی گنجائش ہے (اور) جب معاملہ غیب ذات سے پڑتا ہے تو جہل و عدمِ تمیز بڑھ جاتا ہے اور بعض نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۳

مکتوب ۵۵: مشیخت پناہ شیخ درویش محمد بیگ جالندھری کے نام کفار کے ساتھ محبت و دوستی کے احکام اور تقیہ کے احکام اور اللہ تعالیٰ کے لیے محبت و دشمنی کی فضیلت اور اس جماعت کے اعتقادات کے رد میں تحریر فرمایا جو کہتے ہیں کہ فقیری کسی شخص کے ساتھ بُرا نہ ہونا ہے۔ ۱۰۵

مکتوب ۵۶: مرزا ابوالمعالی کے نام اُن کے خط کے جواب میں کہ (جس میں) انھوں نے شوق و محبت کی طلب کا اظہار کیا تھا اور شیخ عبدالخالق کے بعض احوال کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ احباب میں سے ہیں اور اس مکتوب کو ایک جلیل القدر حدیث کے ساتھ ختم فرمایا۔ ۱۱۲

مکتوب ۵۷: حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے دیکھے اور لکھے تھے۔ ۱۱۴

مکتوب ۵۸: مُلّا قاسم روہڑی کے نام اس بیان میں کہ فنا و بقا ظلیت و اصالت کے تعلق سے ہے جب معاملہ غیب سے پڑ جاتا ہے اور یہ تعلق نہیں رہتا تو فنا و بقا کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور اس بیان میں کہ وجہ کو وجہ کی طرف راستہ ہے نہ کہ ذات تعالیٰ کی طرف اور نماز سے متعلق بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۶

مکتوب ۵۹: صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ان کی کیفیات کی تعریف کے بارے میں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین کے بعض فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۸

مکتوب ۶۰: محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بیان میں کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے ماخوذ ہے تحریر فرمایا۔ ۱۱۹

مکتوب ۶۱: صوفی زاہد برق انداز کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا تحریر فرمایا۔ ۱۲۰

مکتوب ۶۲: خواجہ میرزائے گل بہاری کے نام ایک شبہ کے حل کے جواب میں جو کہ انھوں نے ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے کلام پر کیا تھا اور معتزلہ کے استدلال کے جواب میں جو کہ انھوں نے نفیِ رویت کے بارے میں کیا ہے نیز اس اعتراض کے جواب میں جو انھوں نے لمعات کی عبارت پر کیا تھا تحریر فرمایا۔ ۱۲۱

مکتوب ۶۳: محمد یار خادمِ حضرت خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ فنا و بقائے اتم کی خبر دینے والا تھا۔ ۱۲۵

مکتوب ۶۴: خواجہ محمد صادق بخاری مدنی کے نام رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے روضۂ مقدس پر افلاس و انکسار کے اظہار کے بارے میں اور اُن اذکار و اعمال کے بیان میں جو کہ ولایاتِ ثلاثہ میں سے ہر ایک ولایت اور کمالاتِ نبوت اور اس سے اوپر کے مقامات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ان مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا کہ چونکہ ترقی اعمال سے وابستہ نہیں ہے بلکہ فضل یا صرف محبت پر موقوف ہے۔ ۱۲۶

مکتوب ۶۵: فضائل مآب شیخ بدیع الدین سلطان پوری کے نام شوقِ ملاقات کے اظہار اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے روضۂ منورہ کے فیوض و برکات کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۷

مکتوب ۶۶: گرامی قدر قدوۃ الکاملین امام العارفین زبدۃ الراسخین مظہر اسرار ربّ مجید حضرت شیخ محمد سعید برادرِ کلاں خود کے نام شوق کے بیان و غمِ دوری کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۸

مکتوب ۶۷: خواجہ ضیائی مودودی کے نام ارادوں کی نفی پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ صفتِ ارادہ کے زائل ہونے پر موقوف ہے اور ان احوال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھے تھے اور کمالِ فنا کے حصول اور اخلاقِ رذیلہ کے زائل ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۹

مکتوب ۶۸: خواجہ محمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ عبادات میں ظاہری جمعیت باطنی نسبت کا اثر ہے اور خود پسندی و خود بینی سے بیزاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۰

مکتوب ۶۹: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے لئے نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۱

مکتوب ۷۰: مخدوم زادۂ عالی تبار شیخ محمد صدیق کے نام حقائق آگاہ میرزا امان اللہ بہانپوری کے بعض احوال کے بیان میں اور حضرت (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہٗ کی برکات سے ان کے استفادات کی شرح میں اس سے متعلق حکمت و مصلحت کے لئے تحریر فرمایا۔ ۱۳۲

مکتوب ۷۱: سید علی بارہہ کے نام کمالاتِ محبت اور اس کے دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۵

مکتوب ۷۲: میاں معقول کے نام حرمین شریفین کی زیارت پر رغبت و شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۶

مکتوب ۷۳: سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام لطائفِ عالمِ امر کی فنا اور ان کی بقا اور فنا و فنائے فنا کے درمیان فرق اور وحدتِ وجود کے معنی کے بیان میں اور اس بارے میں کہ توحیدِ شہودی وجودی سالک کے وجود کی نفی کرتا ہے یا نہیں؟ اور تجلیٔ ذات و صفات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلیٔ نوری ذات تعالیٰ کی تجلی نہیں ہے بلکہ تجلیٔ صوری ہے جو کہ تجلیات میں سب سے نیچے درجے کی تجلی ہے۔ ۱۳۷

مکتوب ۷۴: محمد سعید سارنگپوری کے نام ان کے حال کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ مطلوب کی یافت آفاق و انفس کے ماوراء ہے۔ ۱۴۰

مکتوب ۷۵: خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام آیۂ کریمہ وذروا ظاہر الاثم وباطنہ کے بیان میں تحریر فرمایا ۱۴۲

مکتوب ۷۶: رفعت بیگ کے نام ان کے احوال کی تعریف اور کلمۂ لا الہ الا اللہ کے فوائد کے بیان میں تحریر فرمایا ؍؍

مکتوب ۷۷: خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام عمرِ رفتہ پر افسوس کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۳

مکتوب ۷۸: خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ اس مرتبۂ علیا کا نصیب عجز و عدم یافت ہے۔ ۱۴۴

مکتوب ۷۹: ملا فیض محمد فتح آبادی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور مقامِ شرحِ صدر اور مقامِ قبض و بسط کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۵

مکتوب ۸۰: ملا فاضل کابلی کے نام اُن کے احوال کی تعریف اور بلندیٔ ہمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا ۱۴۶

مکتوب ۸۱: شیخ امان اللہ پسر شیخ حمید بنگالی کے نام بعض دوستوں کے احوال اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہٗ سرہ کے روضۂ منورہ کے مناقب و فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۷

مکتوب ۸۲: تیمور بیگ کولابی کے نام سلطانِ ذکر کے بیان میں اور عندیت اور جو معاملہ کہ اس کے اوپر ہے اس کے حصول اور ارادوں کی نفی کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۸

مکتوب ۸۳: خواجہ بادشاہ بلخی کے نام اہلِ دنیا کی بیوفائی کے متعلق اور اوقات کو معمور رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا ۱۴۹

مکتوب ۸۴: سید محمد بیگ بلخی کے نام عبادت اور تحصیلِ فنا کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۹

مکتوب ۸۵: میرزا محمد زماں پسر رعایت خاں کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہری پریشانیاں باطنی ترقیات کا سبب ہیں۔ ۱۵۰

مکتوب ۸۶: میرزا محمد رضا پسر رعایت خاں کے نام محبتِ شیخ پر ترغیب دینے اور یاد کرد و یادداشت کے معنی کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۱

مکتوب ۸۷: رعایت خاں کے نام قضا پر راضی رہنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حوادث کا پھیر دینا اس سبحانہٗ وتعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ ہے نہ کہ عقلِ فعال کے ساتھ۔ 〃

مکتوب ۸۸: ملا عطاء اللہ سورتی کے نام سلوک کے بعض درجات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نیت صالحہ کے ساتھ حلال روزی کمانا ذکر میں داخل ہے۔ ۱۵۳

مکتوب ۸۹: ایک صالحہ عورت کے نام جو کہ اہلِ حقوق میں سے ہے نصیحتیں اور اس کے حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا ۱۵۴

مکتوب ۹۰: شیخ ابو المظفر برہانپوری کے نام صحبت کے فوائد اور حضرت عالی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ العزیز الاقدس کے روضۂ منورہ کی برکات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵

مکتوب ۹۱: حقائق ومعارف آگاہ خواجہ محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے فراق کے اظہار اور حضرت موصوف کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ یہ مکتوب بہت طویل تھا اس کے بعض اوراق گم ہو گئے ان اوراق میں سے جو باقی رہ گئے تھے ان کو نقل کر لیا گیا۔ ۱۵۶

مکتوب ۹۲: شیخ امام الدین پنجابی کے نام نصیحت کے بیان میں اور معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور حاجی محمد شریف خادم کے بعض احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۸

مکتوب ۹۳: خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہانپوری کے نام ان کے حال کی شرح اور کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا ۱۵۹

مکتوب ۹۴: خواجہ علی جعفر خاں کے نام قصور کی دید اور معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۱

مکتوب ۹۵: شیخ علیم جلال آبادی کے نام ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۳

مکتوب ۹۶: بدر بیگ سمرقندی کے نام ان کی کیفیات کی وضاحت اور احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۹۷: شیخ فقیر اللہ بنگالی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۵

مکتوب ۹۸: خواجہ علی کے نام فنائیت کے حاصل کرنے اور وقت کو معمور رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا 〃

مکتوب ۹۹: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے احوال کی شرح میں مع بشارتِ عالی کے تحریر فرمایا۔ ۱۶۶

مکتوب ۱۰۰: ملا محمد باقر لاہوری کے نام ان کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے اور ان کے احباب کے بلند احوال اور مبارک کیفیات پر مشتمل تھے۔ ۱۶۷

مکتوب ۱۰۱: نیز ملا محمد باقر لاہوری کے نام اُن احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ۱۶۹

مکتوب ۱۰۲: ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام ان کے خط کے جواب میں مع بشارت کے تحریر فرمایا۔ ۱۷۰

مکتوب ۱۰۳: محمد صدیق ولد شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام ان کے خواب کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۰

مکتوب ۱۰۴: شیخ محمد اللہ دیکھا سرہندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

مکتوب ۱۰۵: میر شرف الدین حسین اندجانی کے نام اس معاملہ کے بارے میں جو کہ ظلال و اصول کے ماوراء ہے مع آیۂ کریمہ یسقون من رحیق مختوم الآیہ کی تاویل کے تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

مکتوب ۱۰۶: مرزا محمد تقی کے نام بلند ہمتی اور محبوب حقیقی جلت عظمتہ کے ماسوا کی طرف متوجہ نہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۲

مکتوب ۱۰۷: سیادت مآب سید اسرائیل کے نام مطلب کی بلندی اور طالب کے عجز کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۳

مکتوب ۱۰۸: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اور اس چیز کے بارے میں تحریر فرمایا جو مقام نفی و اثبات سے تعلق رکھتی ہے۔ ۱۷۴

مکتوب ۱۰۹: خواجہ احمد بخاری کے نام ایمانِ غیب کو ایمانِ شہودی پر ترجیح دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۶

مکتوب ۱۱۰: خواجہ محمد صادق البخاری ثم المدنی کے نام لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۷

مکتوب ۱۱۱: خواجگی جعفر خان کے نام محبت کے اسرار اور مخلوقِ خدا کے ساتھ نیکی کرنے کے فضائل میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۸

مکتوب ۱۱۲: شیخ عبدالعلیم جلال آبادی کے نام ان کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ انہوں نے اپنے حالات کی وضاحت میں لکھا تھا۔ ۱۷۹

مکتوب ۱۱۳: سید علی بارہہ کے نام ایمانِ غیب کی ایمانِ شہود پر ترجیح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۰

مکتوب ۱۱۴: خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ تمام احوال پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے ۱۸۱

مکتوب ۱۱۵: ملا حسن پشاوری کے نام استقامت کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۱۶: فضیلت مآب سید اسرائیل کے نام فنائے اتم اور شرکِ خفی کے دقائق سے پوری طرح رہائی پانے کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۲

مکتوب ۱۱۷: مخدوم زادۂ عالی مرتبہ جامع علوم ظاہری و باطنی صاحبِ کمالاتِ اصلی مخدوم و مخدوم زادۂ عالی جاہ خواجہ محمد عبید اللہ کے نام گرمیٔ صحبت طالبان کو فیوض و برکات سے فیضیاب کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۳

مکتوب ۱۱۸: نیز مخدوم زادۂ بلند درجہ صاحبِ کمالاتِ اصلیہ واقفِ اسرارِ لی مع اللہ حضرت خواجہ عبید اللہ کے نام دید قصور اور ان کمالات کی شرح میں جو کہ کمالاتِ ولایت و نبوت کے اوپر ہیں اور صفتِ علم کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۴

مکتوب ۱۱۹: حافظ ابو اسحاق کے نام نصائح اور تغیر احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۶

مکتوب ۱۲۰: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام کمالِ فنا و نیستی اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) میں اس معنی کے کمال کے حصول اور اس کمال کے باعث ان کے ایمان کے اس امت کے ایمان پر فضیلت رکھنے اور اس (فنا و نیستی) سے اوپر کے معاملات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۷

مکتوب ۱۲۱: شیخ عبدالعلیم جلال آبادی کے نام محبتِ ذاتیہ کی علامت اور قبض و بسط کی شرح اور سالک کے کام میں رکاوٹ اور اس کے باطن کی بے رونقی اور اس کا علاج اور پیر کی صحبت اور مرید کی محبت کے فوائد اور اس طریقے کے دوسرے طریقوں سے اقرب ہونے کے بیان میں اور نیز اس بیان میں کہ یہ طریقہ ضرور موصل ہے اور اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۸

مکتوب ۱۲۲: سلطانِ وقت مدظلہ کے نام سجدہ کے فضائل اور ذکر سے مذکور کی طرف ترقی کرنے پر ترغیب دینے اور اس تعالیٰ شانہٗ کی تنزیہ و تقدیس کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس تعالیٰ سبحانہٗ کو تجلیات و مشاہدات اور اسماء و صفات کے ماوراء ڈھونڈنا چاہیے۔ ۱۹۳

مکتوب ۱۲۳: خواجہ علی جعفر خاں کے نام سیرِ عاشق در معشوق کے راز اور عارف کے قلب کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۵

مکتوب ۱۲۴: خواجہ احمد بخاری کے نام اُن کے دوست کے حال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۶

مکتوب ۱۲۵: شیخ ابوالمظفر برہانپوری کے نام نماز کے بعض خاص اسرار اور احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۷

مکتوب ۱۲۶: خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہانپوری کے نام حال کی تعبیر اور حدیثِ معراج یا محمد انا وانت الحدیث کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۸

مکتوب ۱۲۷: خواجہ مومن قاضی زادہ برہانپوری کے نام نماز کی خصوصیات کے بارے میں اور آثارِ بشریت کے دُور ہونے اور محبت کے اسرار اور ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا کیونکہ انھوں نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہٖ تمام اعضا سے نکلتے ہیں گویا رُواں رُواں ایک زبان ہے اور بہت لذت پیدا ہوتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اس بارگاہِ اقدس کی جانب راجع ہو جاتی ہیں۔ ۲۰۰

مکتوب ۱۲۸: محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے احوال کی شرح اور ان کو بلند مقامات اور روشن اسرار کے حصول کی بشارت دینے کے بارے میں اور اس بیان میں کہ لطائفِ عالمِ امر کا عروج کہاں تک ہے اور عناصرِ اربعہ کا حصہ کہاں سے ہے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ حقیقتِ قرآنی کے کمالاتِ نبوت پر فوقیت رکھنے کے بارے میں کیا تھا اور اس بیان میں کہ جو شخص صاحبِ قیومیت نہ ہو اس کو ذات سے حصہ اور غیر محمدی المشرب کا حقیقۃ الحقائق سے لحوق شیخ کی ضمنیت سے ممکن بلکہ واقع ہے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح اور حق جل و علا کے طالبین کی خدمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۲

مکتوب ۱۲۹: خواجہ محمد ماہ پسر خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام تعزیت و نصیحت کرنے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ اور دوامِ ذکر پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۵

مکتوب ۱۳۰: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے بلند و روشن احوال کی تعریف میں مع بعض بشاراتِ عالیہ کے اور اس بارے میں کہ غیر قطب قطب کے مددگاروں میں سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے آپ کو فیض کا واسطہ پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا ہے۔ ۲۰۶

انھوں نے لکھا تھا کہ حقیقتِ قرآنی مرتبۂ صفات میں ہے اس کا تفوق کمالاتِ نبوت پر جو کہ مرتبۂ ذات ہے کس طرح ہوگا؟

مکتوب ۱۳۱: شیخ انور نوسرانی کے نام اُن کے احوال و کیفیات کی تعریف میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلّی ذات کے لئے دوام ناگزیر ہے۔ ۲۰۹

مکتوب ۱۳۲: خواجہ احمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ جو کچھ محبوبِ حقیقی سے پہنچتا ہے وہ محبوب و مرغوب ہے، اور رزق کی تنگی و فراخی اس تعالیٰ شانہ کا خاص فعل ہے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۰

مکتوب ۱۳۳: شیخ شرف الدین سلطانپوری کے نام مریدوں کے احوال میں مشغول ہونے پر ترغیب دینے اور صحیح نیت پر تاکید کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۳

مکتوب ۱۳۴: سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے احوال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۳۵: عادل بیگ پسر کامل بیگ کے نام آخرت کی تعمیر اور کمینی دنیا کی مذمت کے بارے میں تحریر فرمایا ۲۱۴

مکتوب ۱۳۶: محمد حسین کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۵

مکتوب ۱۳۷: حاجی محمد شریف خادم کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ عجیب معارف اور نادر تحقیقات پر مشتمل ہے۔ 〃

مکتوب ۱۳۸: خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مطلوب کے بے نہایت ہونے کے باوجود (سالک کو) منتہی کہنا کس معنی میں ہے۔ ۲۲۰

مکتوب ۱۳۹: سلطان عبدالرحمن بلخی کے نام قلبِ انسانی کے کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۱

مکتوب ۱۴۰: حضرت مصنف (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کے برادرزادہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حقیقتِ صلوٰۃ کے حقیقتِ قرآنی پر فوقیت رکھنے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ اس جگہ وارد ہوتا ہے اور یہ کہ حقائقِ ثلٰثہ کا معاملہ فضلِ الٰہی میں داخل ہے اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ انطباق کی تحقیق کے بارے میں اور اس بیان میں کہ قطبِ مدار قطبِ ارشاد اور صاحبِ نسبتِ قیومیت کے علاوہ ہوتا ہے اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذاتِ موہوب کے عطا ہونے کے بعد غالباً معاملہ نزول کے ساتھ ہوتا ہے۔ ۲۲۲

مکتوب ۱۴۱: مشیخت مآب حافظ عبدالجلیل دہلوی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ممکن خیر و کمال کی جنس سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے ۲۲۳

مکتوب ۱۴۲: حقائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہٗ کی خدمت میں جدائی کے غم و الم کے اظہار اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متروکہ ۲۲۴

فیوض و برکات سے متعلق اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۴۳: محمد صادق کشمی کے نام ان کے سوال کے حل میں کہ فنا و بقا کس معنی میں ہے آیا وجود کا زائل ہونا ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ اور فنا کے اسرار و دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۶

مکتوب ۱۴۴: شیخ محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور بعض مقاماتِ عالیہ کے حصول کی بشارت اور اس سوال کے حل میں جو انھوں نے کیا تھا مع اشاراتِ عالیہ کے تحریر فرمایا۔ ۲۲۷

مکتوب ۱۴۵: سلطان عبدالرحمٰن بلخی کے نام ذکر کی فضیلت اور ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۹

مکتوب ۱۴۶: شیخ میر دہلوی کے نام ان کے احوال کی شرح اور بشارت کی طرف ایک اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۴۷: شیخ عبدالعلیم جلال آبادی کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۰

مکتوب ۱۴۸: خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۱

مکتوب ۱۴۹: میر بیگ کولابی کے نام عدمیتِ ذاتیہ کے ظہور اور عدم کی ذات میں شر و نقص ہونے کے باوجود اس کے کمال ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۲

مکتوب ۱۵۰: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

مکتوب ۱۵۱: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۴

مکتوب ۱۵۲: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور ایک دوست کے احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا تحریر فرمایا۔ ۲۳۵

مکتوب ۱۵۳: شیخ ابوالمکارم کے نام مطلب پر ترغیب اور صحبت کے فوائد کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۶

مکتوب ۱۵۴: حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد حنیف کابلی کے صاحبزادگان کے نام خواجہ مرحوم کی تعزیت اور ضروری نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۷

مکتوب ۱۵۵: شیخ انور نورسرائی کے نام ان کے حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور حقائق ثلاثہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۸

مکتوب ۱۵۶: شرافت و نجابت پناہ خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام دینی نصیحتوں اور دنیائے دنی کی بیوفائی کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۹

مکتوب ۱۵۷: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل تھے۔ ۲۴۰

مکتوب ۱۵۸: ملا محمد خان ورسکی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو بعض کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔ ۲۴۱

مکتوب ۱۵۹: سیادت پناہان میر محمد ابراہیم و میر محمد اسحاق کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۲

مکتوب ۱۶۰: حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۶۱: میرزا لطیف بخاری کتاول کے نام فنا و نیستی کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۳

مکتوب ۱۶۲: شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادہ ملتان کے نام ان عبارات کے بیان میں جو کبر نفسی کی خبر دینے والی ہیں اور افادہ کے معاملہ میں خود کو نہ دیکھنے اور ممکن کی حقیقت اور اس کی خباثت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ افادہ و استفادہ کا مدار صحبت پر ہے تحریر فرمایا۔ ۲۴۴

مکتوب ۱۶۳: میر عثمان کولابی کے نام فنائے قلب کی حقیقت اور فنائے نفس پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۶

مکتوب ۱۶۴: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے واردات و کیفیات کی شرح اور احوال کی تعبیر میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۷

مکتوب ۱۶۵: سیادت پناہ میر محمد اسحاق کے نام محبت کے اسرار میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۹

مکتوب ۱۶۶: سید نور بحیر (بارہہ) کے نام ان کے استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۹

مکتوب ۱۶۷: امان بیگ بدخشی کے نام ان کے حال کی تعبیر و شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۰

مکتوب ۱۶۸: حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے برادر زادہ حقائق و معارف آگاہ شیخ عبد الاحد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مبدأ فیاض سے فیض کا آنا دائمی ہے اگر کمی و نقصان ہے تو وہ اس (مخلوق) کی جانب سے ہے۔ ۲۵۱

مکتوب ۱۶۹: محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۱

مکتوب ۱۷۰: میرزا محمد امین بخاری کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے کیا تھا کہ انبیا علیہم الصلوات والبرکات مقامِ رضا میں تھے تو پھر آیۂ کریمہ ولسوف یعطیک ربک فترضی کس معنی میں ہے۔ ۲۵۲

مکتوب ۱۷۱: حافظ عبد اللہ سندی کے نام نصیحت کرنے اور حال کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۴

مکتوب ۱۷۲: سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے واردات کی شرح اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۴

مکتوب ۱۷۳: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام کمالاتِ محبت اور ان پر شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا ۲۵۵

مکتوب ۱۷۴: میر شرف الدین حسین اندجانی ثم لاہوری کے نام فقر و استغنا کی فضیلت میں مع جلیل القدر حدیث کے ذکر کے تحریر فرمایا۔ ۲۵۶

مکتوب ۱۷۵: سرانداز خاں کے نام نصیحت اور ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۷

مکتوب ۱۷۶: میر عبد اللہ پشاوری کے نام نصیحت اور شیخ طریقت کے طریقے کی حفاظت اور اہلِ حقوق کی خدمت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۸

مکتوب ۱۷۷: خواجہ عبدالسلام کابلی کے نام طریقۂ پسندیدہ کی تعلیم اور اس شبہ کے حل میں جو انھوں نے آیۂ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پر کیا ہے اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۹

مکتوب ۱۷۸: ملا پایندہ محمد کابلی کے نام خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیفؒ) کی تعزیت اور اہل حقوق کی قدر کی ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۰

مکتوب ۱۷۹: شیخ میر محمد موسیٰ کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان کے فنائے نفس کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۱

مکتوب ۱۸۰: میر عزیز کے نام طلب و اضطراب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۲

مکتوب ۱۸۱: خواجہ محمد صدیق ملقب بخواجہ ماہ پسر خواجہ عبدالرحمن نقشبندی کے نام ان کے احوال کی شرح اور فنائے جذبیہ جو کہ مقامِ حیرت ہے اور فنائے حقیقی کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۸۲: میر نوروز بخشی اوشی کے نام اس بات کے بیان میں کہ اصل کو ظل کی مانند پیچھے چھوڑ دینا چاہیے تاکہ ذات تک وصول میسر آجائے۔ ۲۶۴

مکتوب ۱۸۳: محمد یحییٰ پسر قاضی جوکی کابلی کے نام ان کے حال کی ستائش اور آیۂ کریمہ وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا کے متعلق ان کے سوال کے جواب وغیرہ امور کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۸۴: حاجی بیگم کے نام جو کہ اہلِ حقوق میں سے ایک ہیں فنا وعدمیتِ ذاتی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۶

مکتوب ۱۸۵: خواجہ امان اللہ و خواجہ مومن بیگ تیموری کے نام مطلب کی بلندی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ تجلیات و ظہورات ظلال سے وابستہ ہیں کامل طور پر وصال کا وعدہ آخرت کیلئے ہے۔ ″

مکتوب ۱۸۶: تیمور بیگ کولابی کے نام حالتِ عدمیت کے دوام کے حصول پر ترغیب دینے اور کوتاہیٔ اعمال کی دید کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۸

مکتوب ۱۸۷: ایک صالحہ عورت کی طرف وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر کیا گیا۔ ۲۶۸

مکتوب ۱۸۸: سیادت پناہ شیخ محمد یوسف گردیزی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے مجلس کی رونق کے بارے میں لکھا تھا تحریر فرمایا۔ ۲۶۹

مکتوب ۱۸۹: محب علی ملتانی کے نام اُن کے احوال کی شرح میں اور خود پسندی و ریا کی آلودگیوں سے رہائی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور قرآن مجید کی تلاوت کے کچھ کمالات اور ذکر و ذاکر کے مذکور میں محو ہو جانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۰

مکتوب ۱۹۰: دوست محمد بیگ کے نام نصیحت اور بعض کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۱

مکتوب ۱۹۱: مشیخت مآب حافظ عبدالجلیل کے نام ان کے خط کے جواب میں اور بے غرض مطلوب کی طلب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۲

مکتوب ۱۹۲: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے نماز میں لذت حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا اور محبت واخلاص کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۳

مکتوب ۱۹۳: سیادت پناہ میر محمد یعقوب کے نام ذکر وطاعات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۴

مکتوب ۱۹۴: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مکان کو صاحب مکان کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ ۔۔

مکتوب ۱۹۵: مخدوم زادہ عالی جاہ شیخ محمد خلیل اللہ کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۵

مکتوب ۱۹۶: ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام بعض کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۶

مکتوب ۱۹۷: حافظ ابو اسحٰق ستہ آبی کے نام خواب کی تعبیر اور فنائے قلب و نفس کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا ۔۔

مکتوب ۱۹۸: مرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام فنائے قلب کی علامت اور صفات کے بدل جانے کی حقیقت اور اس واقعہ کی تعریف میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے دیکھا تھا۔ ۲۷۷

مکتوب ۱۹۹: شیخ عبد الخالق بنگالی کے نام طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہنے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تدبیر سے غافل نہ رہنے اور بعض کمالاتِ محبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۸

مکتوب ۲۰۰: شیخ منصور جالندھری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل ہیں۔ ۲۷۹

مکتوب ۲۰۱: سیادت پناہ سید ابو الخیر شاہ آبادی کے نام حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کی بعض خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۰

مکتوب ۲۰۲: صلاح آثار صوفی پایندہ محمد کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۱

مکتوب ۲۰۳: میر سید اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ حقیقی دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اور دنیاوی مشاہدات سب ظلال سے وابستہ ہیں اور نماز کے بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۔۔

مکتوب ۲۰۴: شیخ انور نور سرائی کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۳

مکتوب ۲۰۵: مخدوم زادۂ عالی منقبت شیخ عبد الاحد کے نام ان امور کے بارے میں تحریر فرمایا جو کہ ولایتِ احمدی و تعینِ حُبّی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۔۔

مکتوب ۲۰۶: حاجی محمد شریف خادم کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ رضا بقضا طلبِ دعا کے منافی ہے۔ ۲۸۴

مکتوب ۲۰۷: خواجہ شاہ پسر خواجہ عبد الرحمٰن نقشبندی کے نام قوم (صوفیہ) کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۵

مکتوب ۲۰۸: شیخ خالد سلطانپوری کے نام رضا بقضا پر ترغیب دینے اور فقر کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۷

مکتوب ۲۰۹: ملا شاہ مراد قلی پشاوری کے نام طالبین کے احوال میں مشغول ہونے پر رغبت دلانے اور تدبیر خداوندی جل شانہٗ سے ڈرانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۸

مکتوب ۲۱۰: صوفی محمد حسین کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۸

مکتوب ۲۱۱: نصیر خاں کے نام پند و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۹

مکتوب ۲۱۲: صلاح آثار صوفی پایندہ محمد کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ بلند و روشن احوال پر مشتمل تھا اور فنائے نفس و فنائے قلب کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۰

مکتوب ۲۱۳: خواجہ قاسم بیشنگی کے نام ان کے احوال کی شرح اور کمالاتِ وصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بعد عدم کے عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہو جانے کے سِرّ اور ایک محقق کے دوسرے محقق سے جدا ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۱

مکتوب ۲۱۴: خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ بعض کیفیات اور قصور کی دید پر مشتمل تھا اور بشارت کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۲

مکتوب ۲۱۵: میرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۳

مکتوب ۲۱۶: مخدوم زادہ عالی جاہ شیخ خلیل اللہ کے نام گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۴

مکتوب ۲۱۷: سیادت پناہ سید محمد شریف کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں جو کہ انھوں نے پوچھے تھے تحریر فرمایا۔ ۲۹۵

مکتوب ۲۱۸: محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی تعریف اور کمالاتِ محبت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۶

مکتوب ۲۱۹: ملا فصیح الدین کے نام حال کی تعبیر اور حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ کے قول کی توجیہ میں تحریر فرمایا کہ انھوں نے فرمایا ہے مغرب سے مشرق تک اولیاء اللہ میں کہ ان کے سوا کوئی ولی حنفی مذہب نہیں ہے۔ ۲۹۸

مکتوب ۲۲۰: مخدوم زادہ عالی درجات صاحب تکمیل و ارشاد صاحب وقار و تمکین شیخ سیف الدین محمد کے نام عروج و نزول کے احکام اور سیرِ مریدی و مرادی کے دقائق کے بیان اور بادشاہ دین پناہ سلمہ ربہ کے کچھ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۹

مکتوب ۲۲۱: سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیر) سلمہ ربہ کے نام محبتوں اور باطنی رابطوں کے اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جب نالیاقت کے باعث دل رونما ہو تو فتح یافت کے باعث ہنستی ہے۔ ۳۰۱

مکتوب ۲۲۲: ملا شرف الدین سلطانپوری کے نام سالک کے کسی مقام میں رک جانے کے سِرّ اور اس کے علاج کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۳

مکتوب ۲۲۳: شیخت مآب محمد یوسف گردیزی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور حلقۂ ذکر اور طالبین کے ساتھ صحبت رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۴

مکتوب ۲۲۴: محب علی ملتانی کے نام ان کے عمدہ احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۵

مکتوب ۲۲۵: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم ولد شیخ میر کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۶

مکتوب ۲۲۶: سیادت پناہ میر محمد اسحاق ولد شیخ میر کے نام بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۷

مکتوب ۲۲۷: سلطانِ وقت (عالمگیر) مد ظلہ العالی کے نام ان معارف کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ فنا سے تعلق رکھتے ہیں ۰

مکتوب ۲۲۸: دوست محمد بیگ کے نام نماز کے فضائل اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو لذت فرض نماز کے ادا کرنے میں پیش آتی ہے اصل ہے۔ ۳۱۰

مکتوب ۲۲۹: خواجہ کلاں خواجہ مزاری نقشبندی پسر خواجہ عوض فراری بخاری کے نام اس بارے میں کہ ظل جو کچھ رکھتا ہے اصل سے رکھتا ہے لیکن کمال نادانی کے باعث اس نے اپنی اصل کو فراموش کر دیا ہے اور ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ؍؍

مکتوب ۲۳۰: حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال اور خوابوں کی تعبیر اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۲

مکتوب ۲۳۱: میرزا لطیف بخاری کے نام اس بارے میں کہ سلطانِ ذکر اختراعات میں سے نہیں ہے بزرگوں سے ہوتا آیا ہے اور کسرِ نفسی کے مقدمات اور قصور کی دید کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۴

مکتوب ۲۳۲: مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ سیف الملۃ والدین کے تحریر کردہ احوال کی شرح کے ضمن میں بعض اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۶

مکتوب ۲۳۳: ملا شاہ مراد پشاوری کے نام فیضیابِ طالبین پر توجہات قائم رکھنے کی ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۷

مکتوب ۲۳۴: خواجہ محمد وفا حصاری کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی طرف لوٹانے اور حال کی تعبیر کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۸

مکتوب ۲۳۵: ملا قاسم پسر صوفی مغربی کے نام اُن کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۹

مکتوب ۲۳۶: میر عثمان کولابی کے نام اُن کے اس سوال کے حل میں تحریر فرمایا کہ ابتدا میں ظاہر (بھی) باطن کی مانند مشغول ہے اس کے بعد رفتہ رفتہ پہلے والی سرگرمی ظاہر میں نہیں رہتی۔ ؍؍

مکتوب ۲۳۷: امان بیگ کے نام اس بارے میں کہ ظاہری پریشانیوں کی وجہ سے اس بارگاہِ مقدس سے محجوب نہیں ہونا چاہیے اور اس حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے دیکھا تھا۔ ۳۲۰

مکتوب ۲۳۸: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا تھا۔ ۳۲۱

مکتوب ۲۳۹: شیخ ابو المظفر برہانپوری کے نام ان کے خط کے جواب اور روضہ منورہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسرار و انوار کے بیان اور حضرت موصوف کے دوستوں کے مختصر احوال و مقامات کے ذکر اور اپنے مخصوص کمالات پر مطلع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۲

مکتوب ۲۴۰: محمد میرک بیگ بدخشی گرزبردار کے نام حافظ محمد صادق کابلی کے احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۳

مکتوب ۲۴۱: حافظ محمد صادق کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ لوگوں کی مقررہ تعداد کو بیعت کرنے کی محدود اجازت خلافت میں داخل نہیں ہے۔ ۳۲۴

مکتوب ۲۴۲: مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ سیف الدین سلمہ اللہ وابقاہ کے نام سلطانِ وقت اورنگ زیب عالمگیر سلمہ ربہ کے احوال کی شرح میں مع ان کے مناسب بعض معارف کے بیان کے تحریر فرمایا۔ ۳۲۵

مکتوب ۲۴۳: نیز مخدوم زادہ با استحقاق شیخ سیف الدین سلمہ اللہ وابقاہ کے نام تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۲۴۴: بختاور خان کے نام کلمہ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق کے بعض اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۶

مکتوب ۲۴۵: مخدوم زادہ عالی درجہ صاحبِ کمالاتِ اصلیہ واصل اسرار و معاملاتِ عالیہ حضرت خواجہ محمد نقشبند کے نام آن مخدوم زادہ کے بعض احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ انھوں نے زبانِ قلم سے آنجناب (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کی خدمت میں عرض کئے تھے مع ان اسرارِ عالیہ کے حصول کی بشارت کے تحریر فرمایا۔ ۳۲۷

مکتوب ۲۴۶: نیز راہِ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد نقشبند کے بعض اسرار کی تصدیق میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے زبانِ قلم سے عرض کئے تھے۔ "

مکتوب ۲۴۷: نیز مخدوم زادہ برگزیدہ صاحبِ مقاماتِ عالیہ حضرت خواجہ نقشبند سلمہ اللہ وابقاہ کے نام حصولِ صحت کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۸

مکتوب ۲۴۸: راہِ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ شیخ عبد الاحد کے نام بعض اسرار و معاملات سے مناسبت حاصل ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۲۴۹: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۹

مکتوب ۲۵۰: حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام ان کے اس عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا جو اُن کے اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔ "

مکتوب ۲۵۱: اِن مکتوباتِ شریفہ کے جامع فقیر حقیر حاجی محمد عاشور بخاری احمدی معصومی نقشبندی کے نام توجہ کے طریقہ اور نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۰

مکتوب ۲۵۲: شیخ عمر حضرمی کے نام بشارت کے طور پر نصیحت و دعا کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۱

مکتوب ۲۵۳: مخدوم زادہ عالی درجہ، جامع کمالاتِ صوری و معنوی بہترین خلف محمد اشرف کے نام، مفید پند و نصائح کے بارے میں اور مشرب محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں بشارتِ عالیہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۲۵۴: راہِ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ عارف باللہ شیخ صبغۃ اللہ کے نام طالبین کی تربیت کی ترغیب اور برادرانِ طریقت کی رضامندی کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۲

مکتوب ۲۵۵: (مکتوب الیہ کا نام درج نہیں)۔ "

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ العلی العلام ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وحبیبہ سید الانام و علیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام اما بعد اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہے کہ ان ایامِ فرخندہ فرجام میں کتاب مستطاب مکتوباتِ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی مجددی سرہندی قدس سرہ کے دفترِ سوم کا ترجمہ بھی دفترِ اول ودوم کے ترجمہ کی طرح سہل وسلیس اردو زبان میں ادارۂ مجددیہ کی جانب سے طبع ہوکر ہدیۂ ناظرین ہے۔ اس دفتر کے ترجمہ میں بھی پہلے دونوں دفتروں کے ترجمہ کی طرح زبان کی سلاست عمدگی اور تسہیل کا اہتمام قائم رہا ہے اور مطبوعہ امرتسری فارسی نسخہ کے صفحات بھی حسبِ سابق حاشیہ پر دیدیئے گئے ہیں تاکہ مطابقت کے لئے فارسی نسخہ سے رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ ان مکتوبات میں آئی ہوئی آیاتِ مبارکہ کا سورت وآیت نمبر بھی حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے، نیز جن احادیث شریفہ کا حوالہ مل سکا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے، اسی طرح مکتوباتِ امامِ ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز سے ان مکتوباتِ معصومیہ میں جہاں کہیں عبارتیں مذکور ہیں ان میں سے جن کا حوالہ مل سکا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ آیات واشعار کا ترجمہ متن ہی میں آسان وسلیس اردو نثر میں لکھ دیا گیا ہے غرضیکہ جن محاسن کا پہلے اور دوسرے دفتر کے ترجمے میں اہتمام کیا گیا تھا ان سب کا دفترِ سوم کے ترجمہ میں بھی پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اس طرح اب حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کے کامل ہر سہ دفتر کا ترجمہ پہلی مرتبہ طبع ہوکر ہدیۂ ناظرین ہے۔ امید ہے کہ جس طرح عوام وخواص نے ترجمۂ دفترِ اول ودوم کو پسند فرمایا اور مترجم وناشر کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی ترجمۂ دفترِ سوم کو بھی اسی طرح حُسنِ قبول سے سرفراز فرمائیں گے۔ دفترِ اول ودوم کی طرح دفترِ سوم بھی بے شمار مسائلِ شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت اور پند ونصائح کا ایک بے بہا خزانہ اور ادب وانشا کا ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔

اس دفتر کو مخدوم ومخدوم زادۂ ارجمند حضرت خواجہ محمد نقشبند صاحبزادۂ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کے ارشاد کے مطابق جناب حاجی محمد عاشور بن حاجی محمد البخاری قدس سرہٗ خلیفۂ مجاز حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نے سنِ ہجری ایک ہزار تہتر (۱۰۷۳ھ) میں جمع کرنا شروع کیا شکر اللہ تعالیٰ سعیہم مشکوراہ "مکاتباتِ قطبِ زماں" سے دفترِ سوم کے جمع کی تاریخ نکلتی ہے

جیسا کہ جامع مکتوبات کے فارسی دیباچہ سے ظاہر ہے، اور تاریخ تکمیل مکاتبات زقطب زماں ہے۔

اس دفتر کو حتی الامکان لفظی ترجمے کے قریب رکھتے ہوئے سلیس و بامحاورہ اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور نہایت غوض و خوض کے ساتھ صحیح مفہوم تک پہنچنے اور دوسروں کو بھی صحیح مفہوم ذہن نشین کرانے کی سعی کرتے ہوئے خطوطِ وحدانی میں بعض الفاظ کا اضافہ کر کے مطلب کو واضح کر دیا گیا ہے۔ فارسی نسخہ میں کتابت کی غلطیوں اور نقل میں تصحیف و تسامح کے باعث اس دفتر کے ترجمہ میں بھی دقت کا سامنا رہا ہے تاہم حتی الوسع ان کو حل کرنے میں کافی حد تک کامیاب کوشش کی گئی ہے، اس کے باوجود بعض کتابت کی غلطیوں کے حل نہ ہو سکنے اور کچھ اپنی کم علمی، کم فہمی اور بے بضاعتی کے باعث غلطیوں اور خامیوں کا رہ جانا ایک فطری امر ہے یہ عاجز قارئینِ کرام سے معذرت خواہ اور ربِّ کریم سے عفو و کرم کا امیدوار ہے اور ناظرین سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں غلطی پائیں اس عاجز کی کم علمی و بے بضاعتی پر محمول فرماتے ہوئے صفحہ و سطر وغیرہ کے ساتھ اس کی تصحیح کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے، یہ عاجز ممنون اور وہ حضرات ثوابِ دارین کے مستحق ہوں گے

آخر میں یہ عاجز معاونین حضرات کا بے حد ممنون ہے کہ انھوں نے اپنے قیمتی وقت اور قیمتی مشوروں سے اس عاجز کی رہنمائی و امداد فرمائی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر فی الدارین سے نوازے اور اس عاجز اور ادارۂ مجددیہ کی ان ناچیز مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر سب مسلمانانِ عالم کو حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز کی تعلیمات سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ واصحابہ المتقین علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات والبرکات العلےٰ۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم ط سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین ہ

الراجی الی عفو ربہ الکریم

احقر العباد خاکسار سید زوار حسین عفا اللہ عنہ وغفر لہ ولوالدیہ

جمعۃ الکریم محرم الحرام سنہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، ایسی تعریف جو ہر لحاظ سے اکمل ہے اور سید المرسلین و خاتم النبیین پر اتم و اکمل صلوٰۃ وسلام ہو جبتک کہ ذکر کرنے والے اس (تعالیٰ شانہٗ) کا ذکر کرتے رہیں اور جب بھی غافل لوگ اس کے ذکر سے غفلت کریں، اے اللہ اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل اور تمام انبیاء اور ان سب کی آل اور تمام صالحین پر ایسی رحمت بھیج جو کہ سوال کرنے والوں کے سوال کرنے کی انتہائی حد تک ہو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے ضعیف بندہ حاجی محمد عاشور بن حاجی مرزا محمد بخاری حسینی اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عاقبت بہت اچھی کرے، عرض کرتا ہے کہ یہ متفرق موتی ہیں جو کہ فضل وکرم کے ابر سے سچائی کے بطن کے سیپ میں ٹپک کر جمع ہوئے ہیں اور منتشر جواہر ہیں جو کہ حکمت و ہدایت کے سمندر کی تہ سے گویائی کے ساحل پر آپڑے ہیں نظم

(۱) بنامِ ایزد چہ خرم نوبہارے ست — کز و باغِ ارم را خارخارے ست

(۲) ہزاراں تازہ گل وروے شگفتہ — دو صد نرگس بخوابِ ناز خفتہ

(۳) خطِ مشکینِ او بر لوحِ کافور — چو در پائے درختاں سایۂ نور

(۴) ہر آں حرفے کہ در وے چشم وا رست — ز معنی موج زن صد چشمہ سار ست

(۵) درونش ہمچو غنچہ از ورق پُر — بقیمت ہر ورق زاں یک طبق دُر

(۶) زبک رنگی ہمہ ہم روے وہم پُشت — گرانشاں را نہد کس بر لب انگشت

(۷) بتقریرِ لطافت لب کشایند — ہزاراں گوہرِ معنی نمایند

(۸) گہے اسرارِ قرآں باز گویند — گہ از قولِ پیمبر راز گویند

(۹) گہے باشند چوں صافی دروناں — با نوارِ حقائق رہنمو ناں

(۱۰) گہے آرند در سلکِ عبارت — ز رحمتہائے ربانی بشارت

[(۱) اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کی قسم کہ (یہ متفرق موتی و منتشر جواہرات یعنی مکتوباتِ معصومیہ) کیسے عمدہ و نو بہار ہیں کہ ارم (شداد کی جنت) کا باغ سوچ اور فکر میں ہے۔ (۲) اس (کتاب) میں تازہ پھول کھلے ہوئے ہیں، دو سو (گلِ) نرگس خوابِ ناز میں سوئے ہوئے ہیں۔ (۳) کافور کی تختی پر اس کا مشکین خط ایسا ہے جیسا کہ درختوں کے

نیچے نور کا سایہ ہو۔ (۴) ہر حرف جو کہ اس (کتاب) میں ہے وہ آنکھ کی مانند ہے اور معنی (کے اعتبار) سے سینکڑوں چشموں کی مانند موجزن ہے۔ (۵) اس (کتاب) کا اندرونی حصہ غنچہ کی مانند ورق سے پُر ہے، اس (کتاب) کا ہر ورق قیمت میں موتیوں کا ایک طشت ہے۔ (۶) یکرنگی کے اعتبار سے سب (اوراق) ہم رُو و ہم پشت (یکساں چہرے اور پیٹھ والے یعنی نہایت خوبی و کمال والے) ہیں اگر کوئی ان کے لئے انگلی ہونٹ پر رکھے تو (۷) یہ (اوراق) پاکیزہ تقریر کے ساتھ لب کشائی کریں (اور) معنی کے ہزاروں موتی ظاہر کریں، (۸) کبھی قرآن (مجید) کے اسرار سنائیں اور کبھی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث کا راز بیان کریں (۹) کبھی صاف باطن لوگوں کی مانند حقائق کے انوار کی طرف رہنمائی کرنے والے ہوں (اور) کبھی مختصر عبارت میں پروردگار کی رحمتوں کی بشارت لائیں۔]

یہ (موتی و جواہرات) امام بزرگ، ہادیٔ مخلوق، قبلۂ ابدال و اوتاد، مرجعِ اقطاب و افراد، سلطانِ عارفین، سندِ محققین، تمام جہانوں کی جائے پناہ، برگزیدۂ عابدین، برہانِ ملت و دین، قدوۂ علمائے راسخین، واقفِ اسرارِ متشابہات، مظہرِ رموزِ مقطعات، نبأ فاروقی، حبأ محمدی، شیخ الاسلام والمسلمین ہمارے شیخ و امام شیخ **محمد معصوم**، اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کا سایہ تمام جہانوں کے سروں پر دراز فرمائے اور ان کی برکات کے سمندروں سے قیامت تک مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ قطعہ

(۱) بخت نشانے زسر افگندگی	تاجِ سرش خاکِ درِ بندگی
(۲) جیبِ دلش مشرقِ انوارِ غیب	نور بکف کردہ چو موسیٰ ز جیب
(۳) زندگیِ دل چو مسیح از دمش	سبزۂ جان چوں خضر از مقدمش
(۴) طلعتِ او نورِ سعادت فشاں	خلعتِ او دامن دولت کشاں
(۵) صحبتش اکسیرِ مسِ ہر وجود	ہمتش ایثار کنِ بحرِ جود

[(۱) وہ ایک ایسا خوش نصیبی کے نشان والا ہے کہ بندگی کے دروازے کی خاک جس کے سر کا تاج ہے۔ (۲) اس کے دل کا گریبان انوارِ غیب کے طلوع ہونے کی جگہ ہے، وہ گریبان سے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ہتھیلی میں نور لئے ہوئے ہے۔ (۳) اس کی پھونک سے مسیح (علیہ السلام) کی مانند دل کی زندگی ہے خضر (علیہ السلام) کی مانند اس کے قدم رکھنے کی جگہ سے جان کا سبزہ ہے (۴) اس کے چہرے کا دیکھنا سعادت کا نور بکھیرنے والا ہے، اس کا خلعتِ دولت کشوں کا دامن ہے۔ (۵) اس کی صحبت ہر وجود کیلئے تانبے کو سونا بنانے والی اکسیر ہے اور اس کی ہمت (توجہ) سخاوت کے سمندر کی (طرح) ایثار کرنے والی ہے]

آپ امام ربانی مجدد الفِ ثانی کا شفِ اسرارِ سبعِ مثانی، ہدایت کے خزانوں کے خزانچی، رحمت کی کان کے تقسیم کرنے والے معارجِ وصول، منہاجِ قبول، اسرارِ معیت و محبوبیتِ ذاتیہ سے متصف،

خلافت وقیومیت کے مناصب سے سعادتمند ہمارے سردار و قبلہ شیخ احمد بن شیخ عبد الاحد قدس اللہ تعالیٰ سرہما و افاض علینا وعلی العلمین برکاتہما کے فرزند ہیں۔ قطعہ

(۱) رُخ او مطلع صبح صباحت　　لب او گوہر کانِ ملاحت
(۲) جمال نیکواں درپیش او گم　　چناں کز پرتو خورشید انجم
(۳) مہے بود از سپہر آشنائی　　وز دکون و مکان را روشنائی
(۴) نہ مہ ہیہات روشن آفتابے　　کہ از وے بر فلک افتادہ تابے
(۵) چہ می گویم چہ جائے آفتاب ست　　کہ رخشاں چشمہ اش آنجا سراب ست
(۶) مقدس نورے از قیدِ چہ و چوں　　سر از جلبابِ چون آوردہ بیروں

[اُن (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کا چہرہ صباحت (حسن وجمال) کی صبح کے طلوع ہونے کی جگہ ہے اور ان کے لب ملاحت (خوبصورتی) کی کان کے موتی ہیں (حسینوں کے جمال ان کے سامنے گم ہیں جس طرح سورج کے سایہ سے ستارے گم ہو جاتے ہیں۔ (۳) وہ آشنائی کے آسمان کا چاند تھے اور اُن سے دونوں جہان کی نورانیت ہے۔
(۴) حیرت ہے کہ وہ چاند نہیں بلکہ ایک روشن آفتاب ہیں کہ جن سے آسمان پر روشنی پڑتی ہے۔
(۵) میں کیا کہہ رہا ہوں آفتاب کہنے کا بھی کیا موقع ہے کیونکہ آفتاب کا چمکتا ہوا چشمہ بھی وہاں سراب ہے۔
(۶) کیا اور کیوں (کمیت و کیفیت) کی قید سے پاک ایک نور ہے انھوں نے چوں (کیفیت) کی چادر سے سر باہر نکالا ہے]

اگرچہ اس ذرۂ احقر کو اس خورشید انور کے انوار کو جمع کرنے کی قابلیت نہیں تھی لیکن اس انتہائی کرم و عنایت کے باعث جو کہ وہ قبلۂ دو جہاں اس غریب کے بارے میں فرماتے تھے اور اکثر ان آیاتِ ظاہرہ و متورہ کی نقل سے کہ ان میں سے ہر ایک دریائے ہویت کا موتی ہے سرفراز فرماتے تھے رباعی

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد　　احسانِ ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے　　یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

[میں تیرے بغیر ذرا دیر بھی قرار نہیں پا سکتا ہوں اور تیرے احسان کو شمار نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے تو میں تیرے شکر کا ہزارواں حصہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔]

دیگر مخدوم زادہ و صاحبزادۂ جہاں منبع بحر عرفاں، نور حدیقۂ انس و جان، مظہر آیاتِ رحمٰن من عرف اللہ طال لسانہٗ کے مقام کے واصل، اسرارِ مقطعاتِ قرآن کے واقف، جنت میں داخل ہونے کی شفاعت کرنے والے مخدوم و مخدوم زادۂ ارجمند حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہٗ قطعہ

اے قدِ تو سروِ چمنِ دل جوئی　　از سر تا بقدم لطافت و نیکوئی
از رشتۂ جان دوختہ استادِ ازل　　بر سروِ قدِ تو جامۂ نیکوئی

[اے وہ ذات کہ جس کا قد دلجوئی کے چمن کا سرو ہے اور جو سر سے قدم تک خوبصورتی و خوبروئی ہے، استادِ ازل (حق تعالیٰ) نے تیرے سرو قد پر جان کے دھاگے سے خوبصورتی کا لباس سی دیا ہے]

اُن کے ارشاد کے مطابق سنہ ایک ہزار بہتر جو کہ "مکاتباتِ قطب زماں" کے لفظ سے ظاہر و نمایاں ہے

ان کو جمع کرنے کے درپے ہوا۔ بیت

زہے خجستہ کتابے کزاں سپہرِ ہُدا | بسالکِ رہِ حق نجمِ رہنما آمد
کتاب نے کہ زلالے زلطفِ سبحانی | چو آبِ خضر بقا بخش و جانفزا آمد
چو خواستم ز دلِ خود حسابِ تاریخش | "مکاتباتِ قطبِ زماں" ندا آمد[1]

[یہ ایک مبارک کتاب ہے جو اس آسمانِ ہدایت کی جانب سے راہِ حق کے سالک کیلئے راستہ بتانے والا ستارہ بن کر آئی ہے یہ ایک کتاب ہی نہیں بلکہ حق سبحانہ کی مہربانی سے بقا بخشنے اور زندگی بڑھانے والے آبِ خضر (آبِ حیات) کی مانند صاف و شیریں پانی بن گیا ہے۔ جب میں نے اپنے دل سے اس کی تاریخ کا حساب چاہا تو "مکاتباتِ قطبِ زماں" کی آواز آئی۔] بیت

اگر ہر موئے من گردد زبانے | زنو رانم بہر یک داستانے
نیارم گوہرِ شکرِ تو سفتن | سرِ موئے ز احسانِ تو گفتن

[اگر میرا ہر بال ایک زبان ہو جائے تو میں تجھ کو ہر ایک سے کوئی داستان بیان کروں۔ میں تیرے شکر کے موتی میں سوراخ نہیں کرسکتا اور تیرے احسان کا ایک بال کی برابر بھی شکر ادا نہیں کرسکتا۔]

شاید کہ واحدِ بے مثل (اللہ) جل وعلا کی عنایت سے یہ فائدہ کامل اور خوانِ نعمتِ عام اہلِ دل حضرات کے منظورِ نظر اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے مقبولِ خاطر ہو جائے اور یہ حضرات اچھے وقت میں جامع کے حق میں دعا فرمائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نبی امی اور ان کی آلِ امجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات العلیٰ کے طفیل طالبانِ صادق کو ان فوائد کے دسترخوانوں سے بہرہ مند فرمائے اور اس حقیر کو اس جلیل القدر خدمت کے وسیلے سے سعادت مند بنائے (آمین)

[1] اس مصرع کا وزن صحیح نہیں ہے جیسا کہ فارسی نسخہ کے حاشیہ میں بھی لکھا ہوا ہے، شاید کہ یہ سنِ تکمیل کے لحاظ سے یوں ہو "مکاتبات زقطبِ زماں ندا آمد" (مترجم)
۱۰۸۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب ۱

اپنے برادرِ بزرگ، پیشوائے کاملین، امام عارفین، زبدۂ علمائے راسخین، وارثِ کامل، متبعِ اکمل، مظہرِ اسرارِ ربِّ حمید حضرت شیخ محمد سعید قدس اللہ سرہ الاقدس کے نام حدیث شریف[1] مَنْ اَحَبَّ اَخَاہُ فَلْیُعْلِمْ اِیَّاہُ [جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے محبت کرتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اُسے بتا دے] کے بموجب شوق و محبت کے لوازم اور حقیقتِ وصل کی طرف اجمالی اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ [شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے] ع

آمد ازاں جناب صحیفہ بسوئے من [اس بارگاہ سے میری جانب مکتوب آیا]

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا] مراسمِ عقیدت و نیازمندی کی ادائیگی کے بعد عرض ہے کہ عنایت نامۂ نامی و مکتوبِ گرامی جو کہ آپ نے نہایت لطف و مہربانی سے ملا طاہر کے ہمراہ اس مسکین بے تسکین کے نام ارسال فرمایا تھا اس کے موصول ہونے سے سعادتمند ہوا، جس میں مہربانی و بندہ پروری کے باعث شوق آمیز واردات اور عشق انگیز فقرے درج تھے اس کے مطالعہ نے اہلِ اشتیاق کی آگ کو دوچند اور اُن کے شعلۂ شوق کو سربلند کیا۔ ع

آب آتش را مدد شد ہمچو نفط [پانی روغنِ نفط (ایک قسم کا تیل) کی مانند آگ کا مددگار ہو گیا]

بیشک لطفِ محبوب اس کی بے نیازی کی طرح عشق افزا اور آتش انگیز ہے مشتاقوں کی حالتِ سوختہ کو یہ ہندی مصرع واضح کرتا ہے، ع

چونے کی سی کانکری جب چھڑکوں تب آگ [یعنی عاشق بن بُجھے چونے کی کنکری کی مانند ہے کہ جب اس پر پانی چھڑکا جائے اسی وقت آگ کی طرح ہو جاتا ہے]

عاشقِ مسکین کو نہ ناراضگی کی تاب ہے، نہ عنایت کی طاقت اور نہ غصے کی برداشت ہے، نہ مہربانی کا حوصلہ، ع

کہ وصل از ہجر باشد جان ستاں تر [کیونکہ وصل ہجر سے زیادہ جان لیوا ہے]

---

[1] مشکوٰۃ شریف میں ابوداؤد و ترمذی سے اس طرح روایت ہے عن المقدام بن معد یکرب عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا احب الرجل اخاہ فلیخبرہ انہ یحبہ، اور حصن حصین میں اس طرح ہے اذا احب اخاہ فلیعلم ذلک۔

حدیث شریف علٰہ لَوْ کَشَفَهَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ [اگر وہ اس پردہ کو کھول دے تو اس کی مخلوق میں جہاں تک اس تعالیٰ شانہٗ کی صفتِ بصر پہنچے اس کی ہر چیز کو جلا دے] اس معنی کی شاہد ہے۔

ے گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ وطاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانۂ دل میں یار خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ وطاقت کس کو ہے]

بیشک لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاهُ [بادشاہ کی بخششوں کو اس کی باربردار سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں] عاشق کی ہستی جنگ درمیان میں ہے سینکڑوں آزمائشوں کی مورد ہے، اس کی بھلائی نیست ہونے میں ہے اور اس کی کامیابی ہستی کو ترک کرنے میں ہے، ممکن سے زیادہ بے مراد معلوم نہیں کہ کوئی ہو، کمال کی نفی کرنا اس کے حق میں کمال ہے اور اچھائی کی نفی کرنے میں اس کی اچھائی ہے جس شخص کا کمال (اپنے) کمال کی نفی کرنے میں ہو اور اس کی بھلائی (اس کی) نیستی میں ہو وہ اپنے مولا (جلّ شانہ) کے کمال کی کیا خبر رکھتا ہوگا اور اس تعالیٰ شانہٗ کی ہستی کے جمال کو کس طرح معلوم کرے گا مگر وہ شخص جو کہ (اپنی) نیستی کے جال میں (اس کی) ہستی کا شکار کرے اور وجودِ موہوب کے ساتھ موجود ہو جائے پس (اس اعتبار سے) عارف ہی معروف ہوگا اور واجد ہی موجود ہوگا۔ بات طویل ہوگئی ع

بندہ باید کہ حدِّ خود داند [بندہ کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے]

آپ نے اس مسکین کی آمد کا انتظار ظاہر فرمایا ہے ع

از دوست یک اشارہ از ما بسر دویدن [دوست کا ایک اشارہ ہمارے لئے سر کے بل دوڑنے کا باعث ہے] فقیر کیلئے سعادت ہے کہ (آپ کی) خدمت میں پہنچے اور بیحد فرحت و شادمانی والی صحبت کی برکات سے مستفید و سعادتمند ہو سکے۔

مکتوب ۲

مخدوم زادہ گرامی شیخ عبد الاحد کے نام اس بارے میں کہ افضلیت عالمِ خلق و عالمِ امر کے درمیان دائر ہے (پھرتی رہتی ہے) لیکن کلّی فضیلت عالمِ خلق کے لئے ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت کی شرح میں جو ایک مکتوب میں آئی ہے کہ تکمیل دعوت میں آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق جلّ و علا کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے اور اس بارے میں کہ یہ جو حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبند) قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ سیر و سلوک سے مقصود یہ ہے کہ (ایمان) استدلالی کشفی

علٰہ یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اسی ٹکڑے سے پہلے حجابہ النور ہے۔

ہو جائے اور اجمالی تفصیلی بن جائے (یہ) اربابِ جہل کی نسبت کس طرح درست ہوگا اور اس بیان میں کہ حقیقتِ محمدی کا اپنے مقام سے عروج اور اس کا حقیقتِ احمدی تک پہنچنا کس معنی میں ہے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ عافیت و استقامت کے ساتھ رکھے اور اس کے احسان و کمالِ کرم سے کامیابیوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الفِ ثانی (رضی اللہ عنہ) کے مکتوبات میں آیا ہے کہ عالمِ خلق عالمِ امر سے افضل ہے، اور کسی دوسری جگہ لکھا ہے کہ ولایتِ احمدی ولایتِ محمدی سے اوپر ہے کیونکہ اسم احمد میں عبدیت کا ایک طوق ہے اور اسم محمد میں دو طوق ہیں، پس اول (یعنی اسم احمدی دوسرے یعنی اسم محمدی سے فضیلت میں) حضرت اطلاق (ذات جل و علا) سے ایک قدم زیادہ نزدیک ہے، اور نیز مکتوبات شریف میں آیا ہے کہ ولایتِ احمدی عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے اور ولایتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے، یہاں سے عالمِ امر کی عالمِ خلق پر فوقیت مفہوم ہوتی ہے (ان دونوں اقوال میں) تطبیق کی کیا صورت ہے؟

ص۹ اے سعادت آثار! تفوق افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے اور جائز ہے کہ کسی ایک شخص کا مکانِ طبیعی کسی دوسرے شخص سے اوپر ہو اور وہ دوسرا شخص اپنے مکانِ طبیعی کے نیچا ہونے کے باوجود افضل ہو جیسا کہ فرشتہ جو کہ مکانِ طبیعی کے اعتبار سے انسان سے اوپر ہے یہ (انسان) زمین پر ہے اور وہ (فرشتہ) آسمان پر، یہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ میں ہے اور وہ ولایتِ عُلیا میں، اس کے باوجود افضلیت انسان کو ہے۔ پس (حضرت مجدد کے ہر دو اقوال میں) کوئی تضاد نہیں ہے۔ حقیقتِ معاملہ یہ ہے کہ عالمِ امر کو عالمِ خلق پر فوقیت ہے اور وہ بالذات عالمِ قدس کے زیادہ قریب ہے، اور عالمِ خلق جب مزکّی و مطہّر ہو جاتا ہے اور اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو عالمِ امر سے اوپر چلا جاتا ہے اور اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ عالمِ امر کا عروج بھی وہاں نہیں پہنچتا، پس حال اور مکانِ طبیعی کے اعتبار سے فوقیت عالمِ امر ہی کے لئے ہے اور عروج و انجام کے اعتبار سے افضلیت عالمِ خلق ہی کے لئے ہے، ان دونوں اعتبارات کے لحاظ سے تفوق و افضلیت کا حکم ان ہر دو عالم کے درمیان کسی تضاد و ٹکراؤ کے بغیر دائر ہوتا ہے (اور ان سے باہر نہیں جاتا) لیکن کلی فضیلت عالمِ خلق کے لئے ہے کیونکہ فضیلت کا مدار قرب پر ہے اور جو قرب کہ عالمِ خلق کو کمال (حاصل ہونے) کے بعد ہے وہ عالمِ امر کو نہیں ہے اگرچہ وہ (عالمِ امر) اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عالمِ امر کی مربّی (تربیت کرنے والی) ولایتِ احمدی ہے اور اس ولایت کو ولایتِ محمدی پر فضیلت ہے جو کہ آنحضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے عالمِ خلق کی مربی ہے کیونکہ اس کو تفوق اور حضرتِ ذات تعالیٰ کے ساتھ اقربیت ہے پس مربی کی فضیلت کے اعتبار سے عالمِ امر کو فضیلت ہوگی۔

(اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ تفوق افضلیت کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور اسے تسلیم کر لینے کی صورت میں جو فضیلت کہ مُرَبّی کے واسطے سے ہوئی ہے اس سے فضیلتِ کلی لازم نہیں آتی، بعض وجوہ سے فضیلت ہونے کے لئے بھی کافی ہے اور شک نہیں ہے کہ عالمِ امر کو کئی وجوہ سے عالمِ خلق پر فضیلت ہے اگرچہ فضلِ کلّی کا معاملہ برعکس ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ (مکتوباتِ مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی) جلد اول کے مکتوبات میں سے ایک مکتوب میں آیا ہے کہ تکمیل و دعوت (کے مرتبہ) میں آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق جل وعلا کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے، یہ کس معنی میں ہے؟ (جواب) آپ جان لیں کہ یہ بات اُس بات کی مانند ہے جو حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) نے رسالہ مبدأ و معاد میں لکھی ہے اور انھوں نے آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے غلبہ کی خبر دی ہے کہ "میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے" اور انھوں نے اس کا حل اسی جگہ فرما دیا ہے آپ اس رسالہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ انھوں (حضرت مجدد علیہ الرحمہ) نے (اس رسالہ میں) لکھا ہے کہ محبت و معرفت مرتبۂ صفات میں ہے اور بس، مرتبۂ ذات تعالیٰ میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے اگر اگر کہا جائے کہ مغلوبیت اصل محبت کا تقاضا کرتی ہے اور مرتبۂ ذات میں جو کہ نسبتوں اور اعتبارات کے ساقط ہونے کا مرتبہ ہے جس وقت محبت کی نسبت ساقط ہو جائے گی تو چاہیے کہ مغلوب محبت بھی نہ ہو، (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ عروج کے وقت میں جو کہ استہلاک (فنائیت) کا وقت ہے محبت کی نسبت دیگر تمام نسبتوں کی مانند ساقط ہے لیکن نزول کے وقت جو کہ شعور کا زمانہ ہے اور (سالک) رُو بخلق ہے اگر نسبتِ محبت کسی تعلق کے واسطہ پیدا ہو جائے تو گنجائش ہے جیسا کہ مثلاً اس تعلق سے کہ (حق سبحانہٗ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے وغیرہ۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) نے لکھا ہے اور حضرت خواجہ بزرگ (بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ) سے بھی منقول ہے کہ سیر و سلوک سے مقصود یہ ہے کہ استدلالی (ایمان) کشفی اور اجمالی (ایمان) تفصیلی ہو جائے، یہ قول اہلِ کشف اور اربابِ علم کے حق میں درست ہے لیکن اربابِ جہل جو کہ تفصیلی کشف وفہم سے بہرہ ور نہیں ہیں اُن کے بارے میں کس طرح درست ہوگا اور یہ لوگ کیا چیز طلب کریں گے۔ (جواب) آپ جان لیں کہ یہ قول سب کے بارے میں درست اور حقیقت کے مطابق ہے لیکن اگر کوئی شخص مفہوم تک نہ پہنچے تو قول کا کیا قصور ہے، یا یہ کہ ہم کہتے ہیں یہ حکم لگانا کہ اربابِ جہل مطلق طور پر کشف و تفصیل سے بہرہ ور نہیں ہیں ناقابلِ تسلیم ہے کیونکہ ان میں سے جو شخص کمال کو پہنچ گیا اس کا باطن حجابات سے

ص ۱۱ نکل چکا ہے اور اُس نے حجاب اٹھا دیا اور اور اکِ بسیط حاصل کر لیا ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کی غلامی سے آزاد ہو چکا ہے اور فنا و بقا کو پہنچ گیا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جب تک نہ پائے رہائی نہیں پاتا اور یافت (پالینا) عین کشف و شہود ہے اور وہ استدلال و اجمال کی تنگی سے نکل چکا ہے اور اس بات کو تسلیم کرنے کی صورت میں کہ کشف و شہود معرفت اور یافت (پانا) سے ماوراء ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ قول حصر (تحدید) کا موجب نہیں ہے کہ سیر و سلوک سے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سیر و سلوک کا اعلیٰ مقصد ہے اور جو کچھ اس قول (قولِ مجدد و نقشبند قدس سرہما) میں مذکور ہے وہ بھی مقاصد میں سے ہے بعض کو حاصل ہوتا ہے اور بعض کو نہیں لیکن معرفت کا حصول سب کے لئے ضروری ہے کیونکہ ولایتِ خاصہ اس کے بغیر واقع نہیں ہوتی اور اس تقدیر پر اگر ہم حصر کہیں تو وہ اس چیز کی نسبت سے حصرِ اضافی ہوگا جو کہ عوام کے ذہنوں میں منقش ہو گئی ہے کہ طریقۂ صوفیہ کے سیر و سلوک سے مقصود غیبی الوان و انوار کا مشاہدہ اور مخلوقات کے احوال کا کشف اور خوارق و کرامات کا ظہور ہے، اسی بنا پر فرمایا ہے کہ اس سے مقصود ایمان کی تکمیل ہے نہ کہ غیبی صورتوں کی سیر کرنا جو کہ عبث میں داخل ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

کراماتِ تو اندر حق پرستی ست　　جز ایں کبر و ریا و عُجب و ہستی ست

[تیری کرامت حق تعالیٰ کی عبادت میں ہے، اس کے سوا تکبر و ریاء و خود بینی اور ہستی (اپنا وجود سمجھنا) ہے]

یعنی کشف و خوارقِ عادات نہیں جس چیز کو تو نے کرامت خیال کیا ہے وہ کرامت نہیں ہے کرامتِ حقیقی اس پر موقوف ہے کہ تو حق پرست بنے اور شرک کے دقائق سے باہر ہو جائے اور معرفت کی طرف راستہ پالے اور فنا و نیستی حاصل کرے کہ انسان کا کمال اسی میں منحصر ہے اور جب تو یہ چاہے کہ کرامت و خرقِ عادت کا اظہار کرے اور مخلوق کو اپنا معتقد بنائے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے ممتاز ہو جائے تو لازماً تکبر و ریا و عُجب و ہستی ظاہر ہوگا اور قُرب سے بُعد کے سوا (اور کچھ) اضافہ نہ ہوگا اور معرفت سے بے نصیبی حاصل ہوگی۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا [ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ قول تینوں گروہوں کی نسبت سے ہے یا خاص مبتدی و متوسط کی نسبت سے ہے"۔ اے سعادت اطوار! یہ قول منتہی کی نسبت سے ہے استدلالی (ایمان) کا کشفی اور اجمالی (ایمان) کا تفصیلی ہو جانا منتہی کا معاملہ ہے مبتدی و متوسط اس کمال سے دور ہیں ـــــ آپ نے لکھا تھا کہ جب
ص ۱۲ حقیقتِ محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقتِ احمدی کے ساتھ متحد ہو گئی اور وہ مقام (حقیقتِ محمدی کا مقام) خالی رہ گیا تو چاہئے کہ ان ایام میں قیامت کے دن تک حقیقتِ محمدی کے (اپنے مقام میں) معدوم ہونے کی وجہ سے

اُس تک پہنچنا محال ہو اور حقیقتِ موسوی جو کہ محبّیتِ صرف ہے اور حقیقتِ احمدی جو کہ محبوبیتِ محض ہے کا حائل کوئی مقام نہیں ہوگا (کیونکہ حقیقتِ محمدی حائل تھی اور وہ معدوم و منتقل ہو چکی ہے) اور محبّیتِ خالص و محبوبیتِ خالص کے سوا نہیں ہے اور چاہیے کہ دائرہ کے بغیر مرکز موجود ہو اور یہ باعتبارِ ظاہر محال ہے (اس لئے کہ مرکز دائرے کے عین وسط کے نقطہ کو کہتے ہیں) اور چاہیے کہ محمدی المشرب دنیا میں پیدا نہ ہو کیونکہ ولایتِ محمدی موجود نہیں ہے کہ اُس تک پہنچا جا سکے۔ (جواب) آپ جان لیں کہ حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی) قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے جلد اول کے مکتوب ۲۰۹ میں وضاحت فرمائی ہے کہ اس جگہ حقیقتِ احمدی و حقیقتِ محمدی سے مراد آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے عالمِ خلق و عالمِ امر کا تعین امکانی ہے نہ کہ تعینِ وجوبی کہ آپ کا تعینِ امکانی جس کا ظل ہے کیونکہ تعینِ وجوبی کے عروج کے کوئی معنی نہیں ہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے تم کلامہ (آپ کا کلام ختم ہوا)۔ اس صورت میں تمام شبہات نیست و نابود ہو جاتے ہیں کیونکہ شبہات کی جائے پیدائش تعینِ وجوبی کا عروج اور اس کے ساتھ متحد ہونا ہے جیسا کہ (اہلِ عقل پر) پوشیدہ نہیں ہے، اور جب ایسا نہیں ہے تو ویسا[1] بھی نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ آپ نے (حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے) بعض کلام کا مطالعہ کیا ہے اور بعض کلام کو نہ دیکھتے ہوئے شبہات وارد کئے ہیں، تسلیم کر لینے کی صورت میں ہم کہتے ہیں کہ ظل کا اصل کے ساتھ مل جانا ظل کے معدوم ہو جانے کا باعث نہیں ہے اس جگہ (یعنی اس لحوق میں) صفات کا تبدیل ہونا ہے (نہ کہ حقیقت و ذات کا تبدیل ہونا) فنا و بقا جو کہ ولایت کے دو رکن ہیں وہاں بھی صفات کا تبدیل ہونا ہے (کیونکہ) سالک فنا کے ساتھ معدوم نہیں ہو جاتا، حقیقت کا تبدیل ہونا محال ہے آپ نے خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ (تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو) سنا ہوگا۔ تعجب ہے کہ آپ نے حقیقت کا معدوم ہو جانا کہاں سے سمجھ لیا ہے اور شبہات کی بنیاد اس پر رکھی ہے، اس سے زیادہ نہیں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حقیقت سے عروج فرما کر اوپر والی حقیقت تک پہنچے اور اُس کے اوصاف
۱۳
سے بھی متصف ہوئے ہیں، سابقہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس تک وصول واقع ہے اور اُس (حقیقتِ محمدی) کا ان دونوں حقیقتوں (حقیقتِ موسوی و حقیقتِ احمدی) کے درمیان حائل ہونا اپنے حال پر موجود ہے اور مرکز و دائرہ قائم ہے بلکہ اس کو حقیقتِ محمدیہ کہنا مَا کَانَ [اول حال] کے اعتبار سے جائز ہے اور یہ جو حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "مقام حقیقتِ محمدی خالی رہ گیا" یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مقام آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عروج کے بعد اپنے

---

[1] یعنی جب تعینِ وجوبی مراد نہیں ہے جو کہ شبہاتِ سابقہ کی جائے پیدائش ہے تو شبہات کا وجود بھی نیست و نابود ہو گیا۔

حال پر ہے پس جو کچھ اس کے لوازم ہیں یعنی محبوبیت و محبیّت اور مرکزیت و عدم مرکزیت وہ بھی اپنے حال پر ہوں گے، اور جو شخص کہ استعداد کے باعث اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے وہ محمدی المشرب ہے کیونکہ یہ مقام حقیقتِ مقامِ محمدی کا مقام ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۳

مخدوم زادہ گرامی شیخ محمد خلیل اللہ کے نام اپنے برادرِ کلاں امام العارفین قدوۃ الواصلین واقفِ اسرارِ کلام مجید حضرت شیخ محمد سعیدؒ کے بعض مناقب و محاسن کے بیان میں تحریر فرمایا جو کسی تقریب سے لکھا گیا۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہٖ والہٖ ونُسلّم، شیخ محمد سعیدؒ سے بچپن ہی سے قبول و کرامت کے آثار ظاہر تھے اور لڑکپن ہی سے ولایت و بزرگی کے اطوار نمایاں تھے حضرت قطب الولایت خواجہ محمد باقی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ حیات میں آپ کم عمر تھے اور حضرت خواجہؒ کی ظاہری خدمت میں نہیں پہنچے تھے لیکن حضرت خواجہؒ نے اُن کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعید ہمارا ہم پیشہ و ہم کار ہے اُس نے ہم سے غائبانہ نسبت حاصل کر لی ہے۔ ع

فی المھد ینطق عن سعادۃ جدہٖ [بچہ گہوارہ میں اپنی سعادتِ بخت کو بیان کر رہا ہے یعنی اس میں نیک بختی کے آثار موجود ہیں] — اور انھوں نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والدِ بزرگوار (مجدد علیہ الرحمہ) کی خدمت میں حاصل کئے ہیں اور سترہ سال کی عمر میں معقولہ و منقولہ ظاہری علوم کو کمال کے درجے تک پہنچایا ہے اور وہ اپنے والدِ بزرگوار کی مانند کمال درجہ کی پابندیٔ شریعت و تقویٰ سے آراستہ اور سنت کی متابعت اور عزیمت پر عمل کے ساتھ مزین ہیں، نرم کلامی، کامل تواضع، مہمانوں کی خبر گیری کا اہتمام، حاضر چیز کو خرچ کرنا، اپنے وجود کی نفی کرنا ان کا پسندیدہ طریقہ ہے، قرآن مجید کو سندِ عالی کے ساتھ تجوید سے سیکھا ہے اور حدیثِ نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں جیّد سند اور انتہائی اعلیٰ مرتبہ اور فقہی مسائل میں اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے ہیں، حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کو جب کسی فقہی مسئلہ کی تحقیق کی ضرورت پیش آتی تو اکثر اوقات اُن (محمد سعیدؒ) سے اس کی وضاحت طلب کرتے تھے اور جس وقت کہ وہ مسائل کی مشکلات کا حل کر دیتے تھے اور بعض دشوار مقامات سے رہائی کی راہ نکال دیتے تھے تو حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) بہت خوش ہوتے اور ان کے حق میں دعا فرماتے تھے، اور وہ حضرتِ والا کی زندگی ہی میں کمال و تکمیل کے مراتب کو پہنچ گئے تھے اور نیز ان کی زندگی ہی میں ان سے خلافت حاصل کر کے طریقہ کی

تعلیم دینے اور طالبین کو راہِ حق جل وعلا کی رہنمائی کرنے لگے تھے اور عقلِ معاد (معاملاتِ آخرت کی سمجھ) کے کمال کے ساتھ ساتھ عقلِ معاش (دنیاوی کاموں کی سمجھ) میں بھی درجۂ کامل رکھتے تھے چنانچہ حضرتِ والا اکثر امور میں ان سے صلاح و مشورہ لیا کرتے اور ان کی رائے کو پسند فرماتے تھے اور باطنی امور میں بھی یہ حضرتِ عالی کے رازدار تھے، حضرتِ والا جو اسرار اُن سے بیان فرماتے تھے ان میں کوئی دوسرا شخص کم ہی شریک ہوتا تھا اور ان کو حضرتِ عالی کے پوشیدہ اسرار اور خاص معاملات کی بشارت دی گئی ہے اور وہ اُن میں موجود ہیں، ظاہری امراض والے لوگ ان کی توجہ سے شفا طلب کرتے ہیں اور باطنی امراض والے حضرات اُن کے تصرف سے جمعیتِ (قلب) کی راہ اختیار کرتے ہیں، مختصر یہ ہے کہ یہ قطب المحققین وارث المرسلین حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے قول کا مصداق ہیں جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "ہم فضلی ہیں" یہ نقل اُن کی بزرگی کے بارے میں کافی ہے جو کہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مکاشفہ میں دیکھتے ہیں کہ اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے پیغمبر آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام جمع ہیں اور وہ (خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ) بھی حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کے چند اصحاب کے ساتھ اس مجلس میں حاضر ہیں، اسی اثنا میں اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک کاغذ طلب کرتے ہیں تاکہ آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عریضہ لکھیں کاغذ حاضر کیا گیا اور انھوں (اصحاب کرامؓ) نے اس مضمون کا عریضہ لکھا کہ یہ لوگ (یعنی یہ جماعت جس میں خواجہ محمد سعید شامل ہیں) اور ہم (صحابہ کرامؓ) اللہ جل سلطانہٗ کی عنایت میں برابر ہیں اور (حالانکہ) ہم نے یہ سب محنتیں اور سخت مشقتیں (آپ کی معیت میں) اٹھائی ہیں اور انھوں نے نہیں اُٹھائیںؔ اس کی کیا وجہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ آیتِ قرآنی تحریر فرمائی ہے: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے] اور وہ (خواجہ محمد سعیدؒ) معارف و حقائق کی توضیح اور اسرار و دقائق کی تشریح میں اعلیٰ درجہ کی زبان اور اطمینان بخش بیان رکھتے ہیں اور چونکہ اہلِ معنی (اہلِ حقیقت) کے نزدیک سب سے اعلیٰ کمال اور سب سے بہتر کرامت ذاتِ تعالت وتقدست کے دقائق اور صفاتِ تعالت وتقدست کے حقائق میں گفتگو کرنا ہے جو کہ اُن کی جوشِ ذوق و نعرۂ شوق

لہ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو رزینؒ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم سے بہتر کوئی شخص ہے ہم اسلام لائے اور ہم نے آپ کی معیت میں جہاد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہے جو تم سے بعد میں ہوگی وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انھوں نے مجھ کو نہیں دیکھا ہوگا اور ایک حدیث میں ہے جس کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشی ہے جس نے مجھ کو دیکھا اور اس شخص کے لئے سات مرتبہ خوشی ہے جس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا (المشکوٰۃ) ؎۲ سورت ۶۲ آیت ۴

سے صادر ہوئی ہے اس لئے اُن کے کمالات کی شرح اور ان کی کرامات کی وضاحت سے لب بند کر کے اُن کے ملفوظات و مکتوبات کے حوالہ کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے اس کی طرف سراغ لگائیں اور معنی سے صورت کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا [میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کر لیں]

مکتوب ۲

ان مکتوباتِ قدسی آیات کے جامع فقیر حقیر محمد عاشور بخاری کے نام اہل اللہ کا طریقہ اور اُن کے سیر سلوک کا خلاصہ اور لطائفِ عالمِ امر کی فنا اور اُن کی بقا کو مفصل طور پر بیان کرنے اور عالمِ خلق کے لطائف کی ان لطائفِ عالمِ امر میں سے ہر ایک کے ساتھ مناسبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی حبیبہ وآلہ وسلم، آپ جان لیں کہ فنائے قلب اس سبحانہٗ وتعالیٰ کے ماسوا کے نسیان اور غیر اللہ کا خیال دل میں نہ آنے سے عبارت ہے یہاں تک کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی غیر اللہ کا خیال دل میں لائے تو وہ دل میں نہ آئے، اُس (قلب) کی بقا اس چیز کے ساتھ ہے کہ جس کے ظہور سے اس (قلب) کی فنا حاصل ہوئی ہے اور وہ چیز دل پر حق سبحانہٗ کی تجلّیِ فعل کا ظہور ہے، اگر کہا جائے کہ فنا کے بعد اُس تجلّی کا ظہور ہوتا ہے یا اُس تجلّی کے بعد فنا (حاصل ہوتی) ہے تو ہم کہتے ہیں کہ (یہ دونوں) لازم و ملزوم بھی ہیں، وہی شیخ الاسلام انصاری (قدس سرہٗ) کا قول ہے کہ "جبتک تو اس کو نہیں پائے گا رہائی نہیں پائے گا اور جبتک رہائی نہیں پائے گا اس کو نہیں پائے گا میں نہیں جانتا کہ (ان دونوں میں) کون مقدم ہے توڑنا یا جوڑنا۔"

جب تجلّیِ فعل کے ظہور سے قلب فانی ہو جاتا ہے اور اس فنا میں سالک کے فعل کی نفی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلوب الفعل پاتا ہے اس کے بعد حق سبحانہٗ کے فعل کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے اور اپنے فعل کو حق سبحانہٗ کا فعل پاتا ہے، اس کے بعد فنائے روح ہے اور فنائے روح اس تعالیٰ شانہٗ کی تجلّیِ صفات کے ظہور سے حاصل ہوتی ہے اور بقائے روح بھی انہی صفاتِ قدس کے ساتھ ہوتی ہے، اس کے بعد فنائے سِر ہے کہ جس کو فنا کرنے والے شیونات و اعتباراتِ صفات ہیں اور اس کی بقا اُن شیونات و

۱؎ یعنی ابو اسمٰعیل، یہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے اور اکابر محدثین میں سے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو اساتذہ سے حدیث لکھی ہے جو سب سُنّی تھے۔

اعتبارات میں اس کی فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے، اس کے بعد فنائے خفی ہے جس کو فنا کرنے والی صفاتِ سلبیہ تنزیہیہ ہیں اور اس کی بقا اُن (صفاتِ سلبیہ) کے ساتھ ہے، اس کے بعد فنائے اخفیٰ ہے اور اس کو فنا کرنے والا وہ مرتبہ ہے جو کہ مرتبۂ تنزیہی و (مرتبۂ) احدیتِ مجردہ کے درمیان برزخ (حدِ فاصل و واسطہ) کی مانند ہے اور بقائے اخفیٰ اس مرتبۂ مقدسہ میں فنا کے بعد ہے، جب سیر یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو ولایتِ عالمِ امر کے درجات اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ یہ لطائف خمسہ مرتبۂ ولایت میں ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل مدد فرمائے تو عالمِ خلق کے لطائفِ خمسہ کے کمالات میں سیر شروع ہو جائیگی جو کہ نفسِ انسانی اور عناصرِ اربعہ ہیں اور عالمِ خلق کے یہ لطائفِ خمسہ عالمِ امر کے لطائف خمسہ کی اصل ہیں

١٧ لطیفۂ نفس کا معاملہ قلب کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ باد (ہوا) کا معاملہ لطیفۂ روح کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ آب (پانی) کا معاملہ لطیفۂ سر کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ نار (آگ) کا معاملہ لطیفۂ خفی کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ خاک کا معاملہ لطیفۂ اخفیٰ کے معاملہ کی اصل ہے۔ جاننا چاہیے

بیانِ فائدہ فنا

کہ فنا کا فائدہ صفاتِ بشریہ کا زائل اور شرکِ خفی کا رفع ہونا ہے اگرچہ سر، خفی اور اخفیٰ شرعی احکام کے ساتھ مکلّف نہیں ہوئے ہیں اور ان کے شرک کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے لیکن ولایت خاصہ کے مرتبہ میں اس شرکِ خفی کے رفع سے چارہ نہیں ہے اور جس قدر یہ (لطائف) زیادہ لطیف و نورانی ہوں گے ان کا شرک اسی قدر زیادہ خفی ہوگا اور اس شرک کا رفع کرنا اسی قدر زیادہ دقیق ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ بعض اشخاص کو فنائے قلب و روح حاصل ہو جائے اور فنائے سر حاصل نہ ہو اور بعض کو فنائے سر حاصل ہو جائے اور ان دونوں لطیفوں (خفی و اخفیٰ) کی فنا حاصل نہ ہو جو کہ اس کے بعد ہیں اور اس کو انہی (تین لطیفوں) لطیفۂ قلب، روح اور سر پر اکتفا ہو اور وہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہو، لیکن جب کل (قیامت کے روز) ان لطائف میں سے ہر ایک لطیفے کے حقائق جلوہ گر ہوں گے تو جو لطائف کہ اس دنیا میں فنا و بقا کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے ہونگے وہ (وہاں پر) اس فنا و بقا کے مناسب ثمرات و نتائج سے کامل فائدہ حاصل نہیں کریں گے وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا[1] (جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بہت بھٹکا ہوا ہوگا) والسلام

---

[1] سورت ۱۷ آیت ۷۲۔

مکتوب ۵

قاضی عارف کشمیری کے نام، حدیث "اَرْوَاحُهُمْ اَیِ الشُّهَدَاءِ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ" [۱]
کی علماء صوفیہ کے طریقہ پر شرح اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ مما اسبغ من افضالہ والصلوۃ والسلام علی نبی ص۱۸
الرحمۃ وقائد الخیر وآلہ وعلی جمیع الانبیاء وآل کل وسائر الصالحین نہایۃ سؤال السائلین
وغایۃ امل الآملین، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ جیسی صاحبِ کمالات وفضائل واوصافِ فاضلہ ہستی کو
اپنی عنایات میں شامل فرما کر درجاتِ قرب میں بے اندازہ ترقیات مرحمت فرمائے، آپ نے دریافت کیا
تھا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں (رہتی) ہیں، یہ کس معنی
میں ہے اور یہ کونسی بزرگی ہے کہ کاملین کی ارواح جانوروں کے پوٹوں میں رہیں۔

(جواب) میرے مخدوم! پہلے ہم حدیث کو اس کی شرح کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کے بعد
ان شبہات کو جو آپ نے وارد کئے ہیں لکھتے ہیں اور ہر ایک شبہ کا جواب بیان کرتے ہیں:— حضرت مسروق
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں انھوں نے فرمایا کہ ہم نے (حضرت) عبد اللہ بن مسعود
(رضی اللہ عنہ) سے اس آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ [۲] ص۱۹
[جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں تم اُن کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں اُن کو روزی
دی جاتی ہے] کے بارے میں دریافت کیا، ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ البتہ ہم نے (اس کے بارے میں)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُن یعنی اللہ تعالیٰ
کے راستہ میں قتل (شہید) ہو جانے والوں کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں۔ حدیث شریف
میں جو لفظ طَیْر ہے وہ طائر کی جمع ہے اور واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور خُضْر خ کی پیش
اور ض کی جزم سے اَخْضَر کی جمع ہے یعنی اُن (شہداء) کی ارواح جب اپنے بدنوں سے جدا ہو جاتی ہیں
تو ان کیلئے اس ہیئت (سبز پرندوں کی شکل) کے جسم پیدا کر دیئے جاتے ہیں وہ روحیں ان جسموں سے
تعلق حاصل کر لیتی ہیں اور یہ جسم ان (سابقہ) بدنوں کے نائب وقائم مقام وبدل ہو جاتے ہیں اور
اللہ تعالیٰ کے ارشاد بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس شہداء کی ارواح ان

---

[۱] یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب الجہاد میں ابوداؤد سے مروی ہے [۲] مشکوۃ شریف کتاب الجہاد ع۳ سورۃ ۳ آیت ۱۶۹

اجسام کے وسیلے سے لذاتِ حسیہ میں سے اس چیز کے حصول کی طرف پہنچتی ہیں جس کی وہ خواہش کرتی ہیں، اور
حق جل وعلا کا ارشاد یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ الخ [اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ اس چیز کے پ۴ ع ۱۷۰
ساتھ خوش وخرم ہیں جو اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے فضل سے دیتا ہے الخ] اس معنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اُن پرندوں یا اُن
ارواحِ شہداء کے لئے عرش کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں جو کہ پرندوں کے گھونسلوں کی مانند ہیں وہ پرندے
سیر کرتے اور چُگتے ہیں اور جنت سے اس کے پھل اور اس کی لذتیں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے اور چکھتے ہیں
پھر انہی قندیلوں کی طرف واپس آجاتے ہیں پھر اُن کا پروردگار اُن کی طرف ایک خاص عنایت اور مخصوص
تجلّی کے ساتھ نظر فرماتا ہے اور فرماتا ہے کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو وہ کہتے ہیں ہم اب کس چیز کی خواہش
کریں جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتے اور کھاتے پیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن سے تین دفعہ یہی دریافت
فرمائے گا، جب وہ دیکھیں گے اور جان لیں گے کہ اُن کو سوال کرنے سے چھوڑا نہیں جائے گا تو وہ کہیں گے کہ
اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو ہمارے (سابقہ) اجسام میں لوٹا دیا جائے (اور ہمیں دنیا
میں واپس بھیج دیا جائے) حتیٰ کہ ہم آپ کے راستے میں دوسری مرتبہ قتل (شہید) کردیئے جائیں پس جب اللہ تعالیٰ
دیکھ لیگا کہ اُن کو (جنت میں) اور کوئی حاجت نہیں ہے تو اُن کو چھوڑ دیا جائیگا۔ اس کو مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

آپ نے اس جگہ (حدیث) میں دو شبہے وارد کئے ہیں، پہلا شبہ یہ کہ یہ تو ارواح کا درجہ کم کرنا اور اُن کا
مرتبہ گھٹانا ہے کہ انسانی اجسام سے نکال کر حیوانی اجسام میں داخل کیا جائے، دوسرا شبہ یہ ہے کہ جو لوگ
تناسخ (آواگون) اور روح کے تبدیل ہونے کے قائل ہیں وہ اس حدیث کو سند بناتے ہیں۔ ان شبہات کا
جواب چند وجہ سے ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ ان ارواح کو پرندوں کے پوٹوں میں رکھنا ان پرندوں کے بدنوں کو زندہ کرنے منہ ۲
کے لئے نہیں ہے کہ تناسخ کا وہم پیدا ہو بلکہ اس طرح پر ہے جیسا کہ موتی یا قیمتی چیز کو اس کی قدر وقیمت کے
باعث صندوق میں رکھتے ہیں، اگرچہ یہ ارواح اُن اجسام کو زندہ کرنے والی نہیں ہوں گی لیکن جائز ہے کہ اُن
اجسام کے واسطے سے نعمتیں اور لذتیں حاصل کریں حتیٰ کہ کسی انسان کے بدن میں (بھی) تصرف کرتی ہیں اگرچہ وہ انسان
کو زندہ کرنے والی نہیں ہیں لیکن انسان کے غم ولذت کے ساتھ لذت یاب اور غمزدہ ہوتی ہیں، پس پرندوں
کے یہ اجسام اُن ارواح کے لئے آلات اور سواریوں کی مانند ہیں یہاں تک کہ اُن اجسام کے ذریعے بہشت میں
جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور سیر وتفریح کرتی ہیں اور پھول اور خوشبوئیں وغیرہ جو کچھ بہشت میں ہیں ان کا
مشاہدہ کرتی ہیں اور حق جل وعلا کے قرب اور مقرب فرشتوں کی ہمسائگی سے خوش وخرم اور لذت یاب ہوتی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ارواح سبز پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہو جائیں جیسا
کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں متشکل ہو جاتا ہے پس وہ اجسام ارواح کے ماسوا نہیں ہیں بلکہ جسم اختیار کی ہوئی

ارواح ہیں اور یہ جو صحیح احادیث میں آیا ہے کہ شہداء کی ارواح سفید پرندے ہیں اور بعض طرق میں آیا ہے کہ پرندوں کی صورتیں ہیں اور بعض طرق میں ہے کہ شہدا کی ارواح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کی مانند ہیں[1]، ان سب سے بھی اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے، اور وجہ تائید یہ ہے کہ بظاہر یہ حدیثیں ان ارواح کے پرندوں کی صورت میں متشکل ہونے سے مطابقت رکھتی ہیں، پس ہم جس حدیث کی تشریح کر رہے ہیں وہ بھی اسی پر محمول ہوگی، کیونکہ بعض حدیثیں بعض حدیثوں کی تفسیر کرتی ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ اجسام انسانی اجسام کی صفت پر ہیں اور اگرچہ پرندوں کی شکل میں ہیں لیکن پرندوں کی صفات پر نہیں ہیں اور قابلِ اعتبار صفات و معانی ہیں نہ کہ صورت و ظاہر۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ[2] دو بازو رکھتے ہیں اور اُڑتے ہیں (اُن کے متعلق) یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانی بدن سے نکل کر پرندوں کے بدن میں آگئے ہیں اور بعید نہیں ہے کہ ان (ارواح) کا نام پرندے اس لئے ہو کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پرندوں کی ہیئت پر منتقل ہوتی ہوں نہ کہ قدموں پر چل کر جیسا کہ آدمی دنیا میں پھرتا ہے پس ان کے درجہ میں کوئی پستی و کمی لازم نہیں آتی، اور تناسخ کا گمان بھی باطل ہے کیونکہ یہ اجسام ارواح کا دائمی ٹھکانا نہیں ہیں کہ جس سے حشر و نشر کی نفی لازم آئے جیسا کہ اہلِ تناسخ اس کے قائل ہیں بلکہ (اُن کے) یہ اجسام حشر کے دن تک کیلئے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے "یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اجساد کو اٹھانے کے لئے اُس (شہید کی روح) کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا" بعض (اہلِ علم) کہتے ہیں کہ تناسخ اہلِ تناسخ کے نزدیک اس دنیا میں ارواح کا دوسرے اجسام میں لوٹنا ہے نہ کہ آخرت میں، کیونکہ یہ جماعت (قائلینِ تناسخ) آخرت اور بہشت و دوزخ کی منکر ہے۔

چوتھی وجہ وہ ہے جو قاضی بیضاویؒ نے کہی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "حدیث اُن کے حال کی اور اُس فرحت و سعادت کی تمثیل ہے جو اُن پر وارد ہوگی اُن کی شادمانی و تر و تازگی و قرار و اطمینان کو طرح طرح کی خواہشات سے لذت یاب ہونے اور جنت میں جہاں چاہیں قیام کرنے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور عرشِ رحمٰن کے اِرد گرد ملاءِ اعلیٰ کو آباد کرنے والے فرشتوں کی جماعت میں منسلک ہونے کو اس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے

---

[1] اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجنائز میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ مومن کی روح پرندہ بن کر جنت کے درخت میں معلق رہتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔ اس کو امام مالک و نسائی و بیہقی نے روایت کیا ہے۔

[2] حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی تھے جنگ موتہ میں علم بردار تھے اُن کے دونوں ہاتھ . . کافروں نے کاٹ دیئے اور شہید کر دیا تھا، اُن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کو دو بازوؤں میں تبدیل کر دیا ہے وہ ان کے ذریعہ جنت میں جہاں چاہیں اُڑ کر جا سکتے ہیں اس لئے اُن کو جعفر ذوالجناحین کہا گیا ہے۔

کہ جب وہ سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی تو جنت میں جہاں چاہیں گی گھومیں پھریں گی اور کھائیں پئیں گی اور اُن قندیلوں میں واپس آجائیں گی جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہوں گی۔

پانچویں وجہ جو کہ اس مسکین کے خیالِ ناقص میں (اپنے ذوق کے مطابق) آئی وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہو کہ سبز پرندہ لطائفِ خمسہ عالمِ امر میں سے جو کہ قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ ہیں، لطیفۂ اخفیٰ سے کنایہ ہو، اخفیٰ لطائفِ عالمِ امر میں سب سے اعلیٰ اور اُن سب سے اوپر ہے اور حدیثِ قُدسی میں کہ جس کو (صوفیہ) نقل کرتے ہیں اُس کے بارے میں آیا ہے وَفِي الْأَخْفٰی أَنَا [اور لطیفۂ اخفیٰ میں میں خود موجود ہوں] اور اس لطیفہ کی تعبیر پرندہ کے ساتھ اس لئے ہے کہ یہ عالمِ قُدس کی طرف پرواز کرتا ہے اور اُن تمام لطائف سے اوپر جاتا ہے کیونکہ اس کی اصل مراتبِ وجوب میں لطائفِ عالمِ امر کے اصول کے اوپر ہے سبز کے ساتھ (اس کی تعبیر) اسلئے ہے کہ حضراتِ صوفیہ نے اخفیٰ کا نور سبز قرار دیا ہے جو کہ بہترین رنگ ہے اور رُوح کا مقامِ اخفیٰ میں پہنچنا جو کہ اس سے چند (یعنی دو) مرتبہ اوپر ہے پہنچنا اور اخفیٰ کے ضمن میں اس کی پرواز اس کا کمال ہے اور وہ اس پرواز کے ذریعہ ایک ایسی جگہ پہنچ جاتی ہے کہ اپنی اصل سے گذر جاتی ہے اور اپنی استعداد سے (اوپر) ترقی کر لیتی ہے اور ان تمام لطائف سے اوپر چلی جاتی ہے اور بِمَنْ فِي الْأَخْفٰی [جو اخفیٰ میں ہے] کی ہمسائیگی کا حق پیدا کر لیتی ہے اور فِي الْأَخْفٰی أَنَا [اخفیٰ میں میں ہوں] وارد ہوا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎ ص ۲۲

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے اس نے کبوتر کے پنجے کو پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی]

اور جب اخفیٰ کے لئے یہ قرب و مرتبہ ہو کہ اس کے حق میں عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلیں کہا جا سکے اور رُوح اخفیٰ کے پوٹے میں پہنچنے کے بعد قرب و وصال کی جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی اور کھاتی پیتی ہے پھر ان قنادیل کی طرف واپس آجاتی ہے اور جزئی مقام کُلی کی طرف عروج کرتی ہے اور آثار کو مٹانے والے اطلاق میں قید کو مٹا دیتی ہے پس وہ قرب کے آخری درجہ اور وصال کے انتہائی مقام میں پہنچ جاتی ہے گویا کہ اول (یعنی جنت میں کھانا پینا) قَابَ قَوْسَيْنِ کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا (قنادیل کی طرف لوٹنا) أَوْ أَدْنٰی کی طرف اشارہ ہے اور روح کو یہ حالت اخفیٰ کی مصاحبت سے حاصل ہوتی ہے اور عین و اثر کا زائل ہونا اخفیٰ کے آثار میں سے ہے اور بلا شبہ ہم نے بعض ایسے سالکین میں جن کی ولایت غیر ولایتِ اخفیٰ ہو مشاہدہ کیا ہے کہ اُن کو ایسے شیخ کی صحبت میں جو کمالاتِ اخفیٰ سے متحقق ہو اور ولایتِ محمدیہ تک جو کہ ولایتِ اخفیٰ ہے واصل ہو کمالاتِ اخفیٰ حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ شیخ کی صحبت کے جاذبہ سے اس ولایت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور اپنے شیخ کی برکت سے اپنی استعداد سے اوپر عروج کرتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کار شب نیست   زبخت مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیبے سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

اور جن امور کا جاننا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان ارواح کے اخفیٰ کے پوٹوں میں پہنچنے اور ان کے اس درجۂ عالیہ تک ترقی کرنے کو اس کے ظاہر پر اور اس کی حقیقت پر محمول کرنا جائز ہے اور اس بنا پر کہ اخفیٰ حدیث شریف کے مطابق محلِ قرب و مقامِ وصل ہے یہ جائز ہے کہ یہ اس کے لئے مراتبِ قرب کے حصول اور درجاتِ وصل تک وصول سے کنایہ ہو خواہ اس کو یہ بات مقامِ اخفیٰ تک وصول اور اس کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونے کے ذریعے سے حاصل ہو یا کسی اور طریقے سے حاصل ہو یکساں ہے کما لایخفی علی اربابہ [جیسا کہ اس کے اہل پر مخفی نہیں ہے] پس بیشک ہر ایک لطیفہ مطلوب کی طرف پہنچانے والا طریقہ ہے اگرچہ وہ طریقے اس بلندی و پستی کے مختلف ہونے کے باعث جو ان کے درمیان ہے پہنچنے اور پہنچانے میں مختلف ہوں پس اگر (یہ) کہا جائے کہ اس (تعالیٰ شانہٗ) کے قول فی الاخفیٰ انا کا مقتضیٰ یہ ہے ۲۳ کہ سب طریقے اخفیٰ تک منتہی ہوتے ہیں (جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے قول وفی الاخفیٰ انا سے بظاہر مراد وراء الاخفیٰ انا (اخفیٰ کے ماوراء میں ہوں) ہے اس طرح پر کہ اخفیٰ اور مطلوب کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوگا بخلاف دوسرے طریقوں کے جو دوسرے لطائف سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ان کے اور مطلوب کے درمیان حائل اور واسطے موجود ہیں جیسا کہ ذوق و وجدان اس کی شہادت دیتا ہے۔

مکتوب ۶

سلطانِ وقت (حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ) کے نام نصیحتوں کے بیان اور من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ [جس شخص نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا][1] کے بموجب امن و امان کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اللہ! تو پاک ہے تیری شان نہایت بلند ہے اور تیری برہان نہایت واضح ہے تو آنکھ میں موجود ہے اور آنکھ تجھ کو مشاہدہ نہیں کرتی پس تو ہر چیز کے اس کی ذات سے زیادہ قریب ہے اور درمیان میں پردے حائل ہیں، (اے اللہ!) اپنی طرف ہدایت کرنے والے پر کہ جس کی ہدایت سے جہالت کی تاریکی چھٹ گئی اور گمراہی کے اندھیرے دور ہو گئے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور

[1] یہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

اُن کی آل اور اُن کے اصحاب پر جو کہ پاکیزہ نفوس والے ہیں رحمت نازل فرما جبتک زمانے گردش کرتے رہیں اور اسباب اور جہانوں کے معاملے جاری رہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے پھر فرمایا اے معاذ! میں تجھ کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے (ڈرنے) سچ بولنے، عہد کو پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت نہ کرنے، یتیم پر رحم کرنے، ہمسایہ کی خبرگیری کرنے غصہ کو ضبط کرنے، نرمی سے بات کرنے، سلام کی کثرت، امام کو لازم پکڑنے، قرآن مجید میں غور و فکر کرنے، آخرت کی محبت، حساب آخرت سے ڈرنے، آرزو میں کمی کرنے اور حسن عمل کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تو کسی مسلمان کو بُرا بھلا کہے، یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرے، یا کسی سچے کی تکذیب کرے، یا امام عادل کی نافرمانی کرے اور یہ کہ زمین میں فساد پھیلائے۔ اے معاذ! ہر شجر و حجر کے قریب اللہ تعالیٰ کا ذکر کر، ہر گناہ کے لئے توبہ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ طور پر اور علانیہ گناہ کے لئے علانیہ طور پر[1]، اس کو بیہقی نے کتاب الزہد میں روایت کیا ہے ـــــ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے سکوت فرمایا، اُس شخص نے پھر عرض کیا میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ آپ نے فرمایا ہر دن میں ستر بار۔ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ۲۴

کمترین دعاگویان نیازمند حضرت سلطان الاسلام امیر المؤمنین انار اللہ برہانہٗ کی خدمت اشرف میں جو کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سایا اور عدل و انصاف کا گہوارہ اور ظلم و ستم کی بنیاد کو اکھیڑنے والے ہیں عرض کرتا ہے ؎

خَلِیْفَۃٌ مَلَکَ الْاٰفَاقَ سَطْوَتُہٗ　　وَالْحَقُّ کَانَ مَدَاہُ اَیَّۃَ سَلَکَا
یَحُوْمُ حَوْلَ ذَرَاہُ الْعَالِمُوْنَ کَمَا　　تَرَی الْحَجِیْجَ بِبَیْتِ اللّٰہِ مُعْتَرِکَا

[وہ ایسا خلیفہ (بادشاہ) ہے جس کا غلبہ و حملہ تمام آفاق کا مالک ہے اور وہ جس طرف جاتا ہے حق اس کا منتہائے مقصد ہوتا ہے، اہل علم اس کی چوکھٹ کے گرد گھومتے ہیں جیسا کہ تو بیت اللہ کا حج کرنے والوں کو دیکھتا ہے کہ وہ ہجوم کرتے ہیں] لیکن اور نیازمندی و خاکساری کا اظہار اور امن و امان کی نعمت اور اسلام کی رونق اور اس کے شعائر کی قوت کا شکر و ثنا ادا کرتا ہے اور گوشۂ نامرادی و شکستگی میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کی

---

[1] یہ علانیہ توبہ کرنے کا امر استحبابی ہے وہو المختار عند اربابہ۔

عمر و شان و شوکت اور فتح و نصرت کی زیادتی کے وظیفۂ دعا میں جس کے ساتھ مدتِ دراز سے انس و الفت میسر ہے مشغول رہتا ہے ——— چونکہ یہ دعا خلوصِ دل سے ہے اور پسِ پشت ہے اس لئے امید ہے کہ قبولیت کے قریب ہوگی، نبی امی اور ان کی آلِ امجاد علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات و التحیات والبرکات العلی کے طفیل آپ کی حکومت و سلطنت کا آفتاب بزرگی و بلندی کے اُفق پر چمکتا رہے۔

مکتوب ۷

شیخ محمد صدیق سرہندی کے نام اُس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں جو کہ انھوں نے کلمہ طیبہ کے اس معنی پر وارد کیا تھا جو صوفیہ کے نزدیک لا موجود الا اللہ سے عبارت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی. گرامی نامہ پہنچکر باعثِ مسرت ہوا چونکہ احباب کی سلامتی و طمانیت پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی کا باعث ہوا، امید ہے کہ اسی طریق پر احوالِ خیر انجام ارسال فرما کر محظوظ و مسرور کرتے رہیں گے۔ ۲۵

آپ نے لکھا تھا کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ دو جزو پر مشتمل ہے ایک نفی دوسرے اثبات، کیا اس نفی سے ماسوی اللہ کی نفی مراد ہے یا باطل خداؤں کی نفی مراد ہے، میرے مخدوم دونوں معنی جائز و درست ہیں، اس راستہ کے سالکین زیادہ تر پہلے معنی کا تکرار کرتے ہیں اور وہ اس کلمہ طیبہ کے ذریعہ اپنے آپ سے وجود اور اس کے تابع کمالات کی نفی کرتے ہیں اور ہستی موہوم سے خالی ہو کر نیستی و عدمیتِ ذاتی کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں اور فنا کو جو کہ ولایت کا رکنِ اعظم ہے حاصل کر لیتے ہیں ——— آپ نے لکھا تھا کہ اگر ماسوی اللہ کی نفی مراد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے؟ میرے مخدوم! جو شبہ کہ آپ نے دوسری شق پر وارد کیا ہے، وہ یہاں بھی وارد ہوتا ہے اور محلِ مضائقہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر ماسوی اللہ موجود ہے تو ہمارے نفی کرنے سے اس کی نفی نہیں ہوگی اور اگر موجود نہیں ہے تو اس کی نفی کرنا تحصیلِ حاصل ہے۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ سالک اس کلمہ کا تکرار لَا مقصودَ اِلَّا اللہُ کے عنوان سے کرتا ہے اور اس تکرار کے ساتھ اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کرتا ہے (کیونکہ) ہر مراد و مقصود اس راستہ کے لئے سدِّ سکندری (بڑی رکاوٹ) ہے، سالک جب تک اپنی مرادوں سے باہر نہ آجائے اور حق سبحانہٗ کے ماسوا کوئی مقصود اُس کی وسعتِ سینہ میں نہ رہے اور اشیاء سے اس کا محبتی و علمی تعلق منقطع نہ ہو جائے بارگاہِ عزت (جل شانہٗ) کے گرد راستہ نہیں پاتا۔ ع

در تو یک یک آرزو ابلیسِ تست [تیرے اندر ہر ایک آرزو تیرا ابلیس ہے]

اور اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے (اور) اگر ہم لا موجود کے عنوان سے کہیں تب بھی اشکالِ (مذکور) دُور ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ ماسوی اللہ موجود نہیں ہے معدوم ہے لیکن موجود نما ہے۔

ع ماعدمہا ئیم ہستیہا نما [ہم ہستی نما عدم ہیں]

جیسا کہ دائرہ موہومہ جو کہ نقطۂ جوّالہ کی گردش سے پیدا ہوتا ہے اس (موجود نما ہونے کی) بنا پر عوام کے ذہن اور سالک کے خیال میں موجود کے عنوان سے قرار پا گیا ہے، سالک اس کلمہ کی تکرار سے اس کے وجود کی نفی کرتا ہے تاکہ حس کی غلطی سے نکل جائے اور جہلِ مرکب (اپنی جہالت کو نہ جاننا) سے رہائی پالے اور اس کی بصیرت کی نگاہ میں ایک موجود (حق تعالیٰ) کے سوا نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہ کی صفتِ خاص ہی جو کہ وجود ہے کسی دوسرے کی شرکت نہ رہے ——— آپ نے لکھا تھا کہ اگر (نفی سے) مراد اُن معبودوں کی نفی ہے جن پر کفار کا اعتقاد ہے پس جبکہ باطل معبود نہ ہمارے ذہن میں ہیں اور نہ خارج میں تو ہمارے لئے یہ نفی اثبات کہنا کیا فائدہ رکھتا ہے؟ میرے مخدوم! اس کا فائدہ کفر سے برات اور شرک سے بیزاری اور ص۲۶
ایمان کی تجدید اور توحید کا اثبات ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے کے ساتھ اپنے ایمانوں کی تجدید کیا کرو۔ اس کے ہر دفعہ کہنے پر بہت سی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے بہت سے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے لآ الہ الا اللہ کہا اور اُس (کے مد) کو کھینچا اور دراز کیا تو اس کے چار ہزار کبیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور اوپر گذر چکا ہے کہ اس راستہ کے سالکین زیادہ تر پہلے معنی (یعنی لا موجود) کے ساتھ تکرار کرتے ہیں ——— آپ نے لکھا تھا "اگر واقع میں باطل معبود موجود نہیں ہیں تو ان کی نفی کرنا تحصیلِ حاصل ہے (جو کہ جائز نہیں ہے) اور اگر موجود ہیں تو اس کے نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتے اور جو نفس الامر (حقیقت) میں موجود ہو وہ معدوم نہیں ہوتا اور اسی طرح جو نفس الامر میں معدوم ہو وہ موجود نہیں ہوتا" میرے مخدوم! یہ شبہ اس صورت میں (ہو سکتا) ہے جبکہ ہم لا الہ سے لا موجود مراد لیں اور معبودوں کے وجود کی نفی کریں لیکن اگر ان کے عبادت کا مستحق ہونے کی نفی کریں اور کلمہ طیبہ کے معنی لا مستحق للعبادۃ ولا معبود بالحق الا اللہ [عبادت کا مستحق اور معبودِ برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں] کہیں جیسا کہ علماء نے کہا ہے تو کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا ———
اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "نفس الامر میں جو موجود ہے وہ معدوم نہیں ہوتا اور جو معدوم ہے وہ موجود نہیں ہوتا" یہ دونوں مقدمے قابلِ تسلیم نہیں ہیں اور اسلامی اصول پر درست نہیں آتے، یہ حکما کا مذہب ہے جیسا کہ اس کے مقام میں تحقیق کی گئی ہے، والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ من الصلوات والتسلیمات افضلہا واکملہا۔

مکتوب ۸

خواجہ عبداللہ اسلام خانی کے نام، مشائخ کے اس قول لایذکر اللّٰہ الا اللّٰہ جو کہ سالک کے وجود کی نفی کرنے والا ہے کے معنی اور آیت کریمہ کَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيرًا جو کہ ذاکر کے وجود کو ثابت کرنے والی ہے کے معنی میں تطبیق دینے کے متعلق ان کے سوال کے حل میں تحریر فرمایا۔ ع۲۰ ۳۴،۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ نے لکھا تھا کہ "اکابر کے کلمات میں آیا ہے مَا قَالَ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اسے نہیں کہا مگر اللہ] اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر اللہ] وغیرہ سے ذاکر کے وجود کی نفی مفہوم ہوتی ہے اور آیہ کریمہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ [اور اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے] اور آیت کریمہ کَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيرًا [تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں اور بکثرت تجھے یاد کریں] سے ذاکر کا وجود ثابت (ہوتا) ہے (ان دونوں میں) تطبیق کس طرح ہوگی؟" آپ جان لیں کہ بندہ سیر و سلوک کے ذریعے حق (تعالیٰ) ہرگز نہیں ہو جاتا اور کسی وقت میں (بھی) وہ قید امکانی سے رہائی نہیں پاتا ہے ع۱۸ الکہف ۲۴

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی روسیاہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں واللہ اعلم] لیکن سالک محویت و فنائیت کے وقت میں اپنے تعینِ امکانی کو وجودِ حقانی کے ساتھ متحقق اور اس تعالیٰ شانہٗ کے اخلاق کے ساتھ متصف پاتا ہے اور عبادات و اذکار وغیرہ میں اپنے وجود کو درمیان میں نہیں دیکھتا اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وغیرہ (کلمات) کو زبان پر لاتا ہے پس یہ معاملہ سالک کے شہود میں ہے اور بس ع

کسے کو در خدا گم شد خدا نیست [جو شخص کہ خدا میں گم ہوا وہ خدا نہیں ہے]

پس جو کچھ (محولہ بالا) آیہ کریمہ سے معلوم (ہوتا) ہے حقیقت اور نفس الامر ہے اور اگر یہ جو اکابر کے کلام میں آیا ہے مَا قَالَ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہاں اللہ سے مراد مرتبہ وجوب ہے جو کہ اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات کا جامع ہے کیونکہ فنا و بقا ان مراتب میں ہے اور جو کچھ آیات قرآنی میں آیا ہے اس سے مراد مرتبہ ذات ہے پس مرتبۂ صفات و اعتبارات میں چونکہ سالک کے وجود کی نفی (ہوتی) ہے (اس لئے) فنا و استہلاک کے اعتبار سے مَا قَالَ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صحیح و درست ہے اور مرتبہ ذات میں اعتبارات میں سے کسی اعتبار کا لحاظ کئے بغیر فنا و بقا متصور نہیں ہے اس لئے ذاکر کو اس مقام میں مذکور کے ساتھ دوئی کی نسبت (ہوتی) ہے اگرچہ وہ اپنے اصول کے ساتھ فنا و بقا پا چکا ہو پس یہاں وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اور کَیْ نُسَبِّحَكَ صادق آئے گا۔

[illegible]

مکتوب ۹

قاضی عنایت اللہ کے نام ضروری نصیحتوں اور طریقۂ عالیہ کی تعلیم میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے حضرتؒ سے غائبانہ طلب کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ کما یحری۔ اما بعد گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صادر ہونے سے مسرور و مشرف ہوا، میرے مخدوم! حق جل وعلا کے ماسوا کی محبت شدید ترین امراضِ قلبیہ میں سے ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا ص ۲۸
اہم ضروریات میں سے ہے۔ ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کے لئے ایک حرف کافی ہے]

(آپ کا) مکتوب شریف پہنچنے اور مطالعہ کرنے کے بعد گم ہو گیا اس کے جواب میں توقف اسی لئے ہوا کہ جس وقت بھی مل جائے دوبارہ نظر ڈالنے کے بعد اُس کا جواب لکھا جائے ابھی تک نہیں ملا ہے اس لئے مجبوراً چند کلمات کے ساتھ تکلیف دی جا رہی ہے۔ آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا اور دردِ طلب کی خبر دی تھی، اِس شوق کو نعمتِ عظمیٰ جانیں اور اس درد کو سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اگر وہ (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ حق سبحانہ اس شوق کی آگ کو بھڑکائے اور شعلۂ طلب کو سربلند کرے تاکہ ماسویٰ اللہ سے بالکل بیگانہ کر دے اور بے فائدہ غم والم سے پوری طرح رہائی دلا دے۔

آپ نے طریقہ کی خواہش کی تھی۔ میرے مخدوم! کام کا مدار ہمارے طریقہ میں صحبت پر ہے پیرِ کامل کی صحبت و توجہ سے طالبِ صادق ترقیات حاصل کرتا ہے اور مدارجِ قُرب میں عروج کرتا ہے یہ معاملہ نامہ و پیام سے درست نہیں ہوتا، بہر حال طریقہ لکھا جاتا ہے عمل میں لائیں خالی رہنے سے بہتر ہے، ؎

گر ندارم از شکر جز نام بہر زیں بسے بہتر کہ اندر کام زہر

[اگر میں شکر سے سوائے نام کے کچھ حصہ نہیں رکھتا تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ میرے حلق میں زہر ہو]

آپ جان لیں کہ اس راستہ کی پہلی شرط توبہ ہے توبہ کریں اور کہیں، اے اللہ! جو گناہ و قصور مجھ سے سرزد ہوئے ہیں دانستہ طور پر ہوئے ہوں یا نادانستہ طور پر، میں نے اُن سب سے توبہ کی اور (آپ کی طرف) رجوع کیا اور تین بار یہ استغفار پڑھیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

ے حدیث شریف میں ہے کہ جس نے یہ کلمہ پڑھا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کی مانند ہوں حصن حصین لمختصاً

اس کے بعد زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کرلیں اور قلبِ صنوبری کی طرف جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا آشیانہ ہے اور اس کا مقام بائیں پہلو میں بائیں پستان کے نیچے ہے متوجہ ہوجائیں اور دل کی زبان سے لفظ مبارک اللہ اللہ کی تکرار کریں جس طرح کہ دل میں کوئی بات گزارتے ہیں اس ذکر میں سانس نہ روکیں اور نہ ذکر میں سانس کا دخل ہونے دیں اور سانس اپنے طور پر آتا رہے اور زبان کو ہرگز حرکت نہ دیں اور اس ذکر پر ہمیشگی کریں، بیٹھتے اٹھتے، کھاتے، سونے کی حالت میں (اور) وضو ہو یا نہ ہو، ہر وقت ذکر کرتے رہیں، بزرگوں نے کہا ہے "دست بکار دل بیار" (ہاتھ کام میں اور دل یاد میں ہی) مولیٰ (جل شانہ) کا محلِ نظر دل ہے، دل کو پاک رکھنا چاہئے اور حق سبحانہ کے ماسوا کی طرف متوجہ ہونے سے بے تعلق کردینا چاہئے ؎ ص ۳۹

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست پاکیٔ دل ز ذکرِ رحمان ست

[جب تک تیری زندگی ہے ہر وقت ذکر کرتا رہ، دل کی پاکیزگی رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کے ذکر سے (حاصل ہوتی) ہے]

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الهدیٰ۔

مکتوب ۱

مرزا لطیف بخاری کے نام ذکر کی مداومت پر ترغیب دینے اور فنائے قلبی حاصل کرنے پر تحریص دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد سید الوریٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ، اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں عزیزِ گرامی بھی سلامت و عافیت سے رہ کر شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے راستہ پر استقامت و مداومت رکھتے ہوں گے اور پوست سے مغز کی طرف آرہے ہوں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گے کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے زوجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بےخبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے میں جان لگاکر کوشش کریں اور فرصت کو غنیمت جانیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں، قلبی ذکر پر اسقدر مداومت

کریں کہ ذکر و حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی لازمی صفت ہو جائے کہ نفی کرنے سے اس کی نفی نہ ہو جیسا کہ سنتا قوتِ سامعہ کی صفت ہے اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اور دل کو ماسوا سے کامل بے تعلقی حاصل ہو جائے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا کو اس حد تک بھلا دیں کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی ماسوٰی اس کو یاد دلائیں تو یاد نہ آئے اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور (یہ) منازلِ وصول کی پہلی منزل ہے ؏

این کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند (یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں)

میر محمد و مِ اصلاح آثار و تقویٰ شعار شیخ عبدالرحمٰن عزیزوں اور دلی دوستوں میں سے ہیں مشارٌ الیہ کے حال پر جسقدر رعایت و عنایت فرمائیں گے (اسی قدر ہم) فقراء کی خوشی کا سبب ہو گا۔

مکتوب ۱۱

محمد باقر لاہوری کے نام بعض ضروری نصائح کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اجازت کی بعض اقسام مجازلہٗ کے کمال پر موقوف نہیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین احمل الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین وخاتم النبیین واٰل کل وسائر الصالحین، گرامی نامہ جو آپ نے محبت کے باعث ارسال فرمایا تھا اس نے پہنچکر مسرور کیا، اسی طرح اپنے حالات لکھتے رہا کریں کہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے، آپ نے اپنی سرگذشت و مقدماتِ طلب اور اولاً وساوس کا ہجوم اور پھر ہجوم میں کمی ہو جانے اور ذکر کی حلاوت اور شوق و ذوق کے ظہور کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا یہ سب امور واضح ہوئے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم ‏ ‏ ‏ ‏ کہ نو پروازم و شاخ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں پر گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند

جب آپ اس راستہ میں آئے ہیں تو مردانہ وار آئیں اور طلبگاری کے لوازم کو بجا لائیں اور شریعتِ منورہ کے مضبوط حلقے کو ہاتھ سے نہ دیں، سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کو خوب مضبوط پکڑیں، بدعت اور بدعتی کی صحبت سے بچتے رہیں اور کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی اطاعت میں کس لیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس کی جانب دائمی توجہ و پیش قدمی کو بہت بڑی نعمت جانیں وحدتِ مطلقہ میں فانی و مضمحل ہونے کو سب سے بڑا مقصد شمار کریں اور جو کچھ اس نعمت کا مانع و منافی ہو اس سے

سینکڑوں کو بس دور بھاگیں اور شیوخ (پیروں) کی محبت واطاعت پر استقامت رکھیں کیونکہ اس راستہ کا مدار اسی پر ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ فنافی الشیخ فنافی اللہ کی تمہید ہے۔ جس قسم کی اجازت آپ کو دی گئی ہے اس کے موافق عمل کریں، اس قسم کی اجازت اس لئے (دی گئی) ہے تاکہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہیں ہمارے طریقہ میں تنہا بیٹھنے سے یہ روش بہتر ہے تاکہ ایک دوسرے کا فیض آپس میں ایک دوسرے پر منعکس ہو (اس قسم کی اجازت) مجازلہٗ (جس کو اجازت دی گئی ہے) کے کمال پر موقوف نہیں ہے صرف اسقدر ہے کہ وہ سرحلقہ ہو جاتا ہے، اس ضمن میں خود اس کی تربیت بھی ہے اور اس کے مریدوں کی تربیت بھی۔ حق سبحانہٗ کمال (کامل ہونے) و اکمال (کامل کرنے) کے درجات میں ترقیاں عطا فرمائے اور خود بینی و غرور سے رہائی عطا کرے والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات و البرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۲

۳۱

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے آپ کی عافیت اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی شریعت عالیہ و سنت منورہ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک یہ (شریعت و سنت کا طریقہ) ہی کام کی اصل اور نجات کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج و تکلیف اٹھانا ہے، حالات لکھتے رہا کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور صبح کی گریہ وزاری کو غنیمت جانیں اور ہر روز بہتر ہوں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں حالت میں گذریں وہ خسارے میں ہے] دوستوں کو سلامتی خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کریں۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العُلیٰ۔

مکتوب ۱۳

نیز حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف جو آپ نے ان دنوں میں ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت کا باعث ہوا، دل جمعی کے ساتھ رہیں اور ہمیشہ ترقی میں رہیں

مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں حالت میں گذریں وہ خسارے میں ہے] چونکہ ان اکابر کے ساتھ آپ کی نسبت مضبوط ہے اس لئے بہت سی امیدیں ہیں. مختصر یہ ہے کہ جو اس وقت حاصل ہے اس کو فقر کے ساتھ قائم رکھیں اور اس کا شکر بجا لائیں، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [اگر تم شکر کروگے تو ضرور میں تمہیں اور زیادہ دونگا] اور جو کچھ اُدھار ہے اس کے حاصل ہونے کے منتظر رہیں فَاِنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے] صبح کے وقت کی گریہ وزاری کو غنیمت جانیں اور آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کریں، [1]جَاءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ [ہلا دینے والی چیز صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی تو پوری طرح آگئی موت ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں] دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے. والسلام

۳۲ # مکتوب ۱۴

اسلام خاں کے نام عشق کے اسرار اور اس کے خواص کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المجتبیٰ وعلیٰ سائر عبادہ الذین اصطفیٰ، التفات نامۂ گرامی جو آپ نے بذریعہ ڈاک چوکی ارسال کیا تھا پہنچا چونکہ آں شفق (آپ) اور آپ کے متعلقین کی سلامتی کی اطلاع دینے والا تھا بہت زیادہ خوشی کا باعث ہوا، آپ نے (میری طرف سے) کم خطوط بھیجے جانے کی شکایت کا اظہار کیا تھا میرے مکرم! فقیر اس معاملے میں بہت کاہل ہے، اس کے علاوہ اُس نواح کی طرف جانے والے بھی کم ہیں (امید ہے کہ) معذور رکھیں گے اللہ جل شانہ ایسا نہ کرے کہ تعلقات میں کوئی کوتاہی اور محبتوں میں کوئی کمی آئی ہو بلکہ جسقدر زمانہ طویل ہوتا جائے گا امید ہے کہ باطنی تعلق بڑھتا جائے گا اور مہینوں کے گذرنے کے ساتھ شوق کی آگ مشتعل ہوتی جائے گی اور محبت کی شراب جوش میں آتی جائے گی ع

شرابِ کہنۂ ما لذتِ دگر دارد [ہماری پرانی شراب اور ہی لذت رکھتی ہے]

اگرچہ کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ [ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے] (مشہور مقولہ ہے) لیکن شوق و محبت جس قدر پرانا اور جتنا زیادہ دیرینہ ہوتا ہے وہ کچھ اور ہی نشہ لاتا ہے اور بے اندازہ ثمرات بخشتا ہے، حبِّ قدیم ہی ہے کہ جس نے وجود وایجاد کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور عشقِ دیرینہ ہی ہے کہ جس نے عاشق کو معشوق سے جدا کر دیا ہے

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ شریف باب البکا میں بروایت ترمذی عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

اور شوقِ ازلی ہی ہے کہ جس نے اشدِ شوق کو معشوق کی طرف منسوب کر دیا ہے اور حادث کے شوق پر غالب آ گیا ہے، عجیب معاملہ ہے عشق اگرچہ ظہور و اظہار کا سبب ہو گیا ہے اور (اس نے) کثرت کو وحدت سے نمایاں کر دیا ہے، کثرت کے نیست ہونے کا ذریعہ اور عاشق کے معشوق میں مستہلک و فنا ہونے کا وسیلہ بھی عشق ہی ہے، عَرَفْتُ رَبِّي بِجَمْعِ الْأَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا] ع

درعشق چنیں بو العجبیہا باشد   [عشق میں ایسی عجیب باتیں ہوتی ہی ہیں]

دوئی کا ظہور ذاتِ عشق کا مقتضیٰ ہے کیونکہ (عشق نسبت ہے اور) نسبت کو دو (منتسِب و منتسَب) کے وجود سے مفر نہیں ہوتا اور محبت مُحِب اور محبوب کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی اور دوئی کا مٹانا صنعتِ عشق کا تقاضا ہے کہ منتسبین میں سے ایک (یعنی عاشق) کے ساتھ قائم ہے یہ ہم کہتے ہیں کہ معشوق کا عشق دوئی کو ثابت کرنے والا ہے اور عاشق کے وجود کو چاہتا ہے اور عاشق کا عشق عاشق کی محویت (مٹ جانے) کا سبب اور دوئی کی نفی کرنے والا ہے، عاشق کی کمال درجے کی فنا و محویت معشوق کے جذب کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی پس اس بارے میں بھی عمدہ چیز معشوق کا عشق آیا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎ ۳۳

ادائے حقِ محبت عنایتے ست ز دوست   وگرنہ عاشقِ مسکیں بہیچ خورسندست

[دوست کی مہربانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرتا ہے ورنہ اگر وہ کچھ بھی (محبت کا حق ادا) نہ کرے تو عاشقِ مسکین پھر بھی خوش ہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات العلیٰ۔

مکتوب ۱۵

نیز اسلام خان کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ آدمی کے لئے غور کرنا ناگزیر ہے کہ کل (قیامت) کے لئے کیا تیار کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ اضعاف ما حمدہ جمیع خلقہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد خیر خلقہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین اقاموا الدین واحیوا السنۃ من خلفہ، اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۵۹/۱۸ [اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا ہے] پس ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ اپنے انجام کار اور نقدِ روزگار میں غور کرے اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ روزِ موعود

(قیامت کے دن) کے لئے کہ جس کی مقدار[1] پچاس ہزار سال ہے اس نے کیا (سامان) تیار کیا ہے اور (یہ بھی دیکھے کہ) اس کی نیکیوں میں سے کونسی قبولیت کے قابل اور کونسی ردّ و ملامت کے لائق ہیں، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آدمی کو عبث و بیکار نہیں پیدا کیا ہے[2] اور اُس کو اُس کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گذارے، اس کی پیدائش کا مقصد[3] وظائفِ بندگی کی ادائیگی اور فنا و نیستی کا حاصل کرنا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے جس عبادت کے درمیان میں عابد کا وجود ہے وہ عبادت بارگاہِ قُدس کے لائق نہیں ہے وہاں (اُس
۳۴ بارگاہ میں) بالکل خالص دین[4] چاہتے ہیں اور شرکت پر راضی نہیں ہیں اور نفس کی دشمنی و مخالفت طلب کرتے ہیں اور ہم بوالہوس خواہشاتِ نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور لذاتِ عاجلہ (دنیاوی مزوں) کی تکمیل میں کوشاں ہیں افسوس ہیہات افسوس، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ[5] [اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے] دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسّلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۶

محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام اُن کے سوالوں کے جواب اور اُن لوگوں کے ردّ میں کہ جو مسندِ مشیخت پر بیٹھ گئے اور گمراہی کے مہلک جنگل میں پھنس گئے ہیں اور اُن کے اعتقادات شریعتِ منورہ کے موافق نہیں ہیں اور وحدتِ وجود کی تحقیق اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے فوائد اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ اضعاف ما حمدہ جمیع خلقہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الرسل و خیر خلقہ محمد و علیٰ اٰلہ و اصحابہ الذین اقاموا الدین و حافظوا علیہ من خلفہ، اما بعد، مکتوب مرغوب جو آپ نے محبت کے باعث بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا اور چونکہ وہ احباب کی عافیت و استقامت پر مشتمل تھا اس لئے اس نے خوشی میں اضافہ کیا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ (ہم) فقرا کی محبت سے خالی نہیں ہیں اور کسی نہ کسی طریقے سے یاد کر لیتے ہیں۔ آپ نے اس علاقے کے رہنے والے بعض لوگوں کے حالات لکھے تھے اور اُن کے کچھ اعتقادات بیان کئے تھے واضح ہوئے۔ آپ نے لکھا تھا کہ (اس علاقے میں) توحید کا بہت چرچا ہے وہ لوگ ہمہ اوست کہتے ہیں اور اسم ذات (لفظ اللہ) کو کہتے ہیں کہ اسم کل ہے۔

---

[1] سورۂ معارج کی آیت فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کی طرف اشارہ ہے۔ [2] اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا کی طرف اشارہ ہے [3] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝
[4] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۝ [5] سورت ۲۹ آیت ۴۳

(یعنی تمام موجودات اور تمام عوالم کا اسم ہے) جیسا کہ اسم زید کہ جو کچھ زید میں ہے اور جو زید کا وجود ہے (یہ) سب علیحدہ اسم رکھتا ہے، پس زید کہاں ہے ہر عضو کا اسم (نام) جدا ہے اور زید کسی جگہ نہیں ہے اسی طرح یہاں بھی کہتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اسی طرح پر تمام اشیاء میں ظاہر ہوا ہے اور ہمیشہ اسی طرح سے ہوا ہے اور ہونا رہے گا پس اگر ہم ہر چیز کو اللہ کہیں تو جائز ہوگا کیونکہ فنائے مطلق نہیں ہے مگر وجودِ موہوم کے ظاہر کے اعتبار سے ہے۔" میرے مخدوم! ان عبارات کا حاصل وحدت کی نفی اور کثرت کا اثبات ہے جو کہ صوفیائے محققین کے مذہب کے خلاف ہے اور وجودِ مطلق کا وجودِ ۳۵
مقیدات میں منحصر ہونا (لازم آتا) ہے یعنی حق جل وعلا کے وجود کا ممکنات کے وجود میں منحصر ہونا ہے اور وجودِ تقیدات میں ہونے کے علاوہ مطلق کا کوئی وجود نہیں ہے اور اس کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے کیونکہ (اس سے) لازم آتا ہے کہ حق سبحانہٗ وجود اور تمام کمالات میں ممکن کا محتاج ہو، جیسا کہ کلی طبعی کہ وہ افراد میں منحصر ہے اور اپنے وجود میں ان (افراد) کی محتاج ہے بلکہ اس ضمن میں واجب تعالیٰ کی نفی ہے اور یہ صریح کفر ہے پس البتہ وجودِ واجب تعالیٰ کو ممکنات کے وجود سے علیحدہ جاننا اور ثابت کرنا چاہئے اور مطلق کو مقیدات کے ماوراء سمجھنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ اس صورت میں وجودِ واجب و وجودِ ممکن میں دوئی کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے اور اَلاِثْنَانِ مُتَغَایِرَانِ [دو چیزیں مختلف ہوتی ہیں] قضیۂ مقررہ ہے، اور جب مختلف ہونا ثابت ہو گیا تو واجب و ممکن میں اتحادِ ذاتی ممکن نہ ہوا، یہ ایک سخت اشکال ہے جو کہ مسئلۂ وحدتِ وجود پر وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر مطلق کو مقیدات میں منحصر کہتے ہیں تو کفر لازم آتا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اگر منحصر نہیں ہے اور علیحدہ وجود رکھتا ہے تو توحید و اتحاد نہ ہوا اور اگر یہ کہا جائے کہ دوئی اس وقت ہوگی جبکہ عالم موجود ہو، عالم ان کے نزدیک وہم میں ہونے کے سوا نہیں ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ اعیان نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی۔ (جواب) ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں اتحادِ ذاتی نہ ہوا اور ہمہ اوست نہیں کہہ سکتے (کیونکہ) موہوم کو موجود کے ساتھ کیا اتحاد ہے اور کونسی عینیت ہے اور اگر ہمہ اوست اس معنی میں کہا جائے کہ سب نیست ہیں (اور) موجود وہ تعالیٰ شانہٗ ہے تو درست و صحیح ہے لیکن اس صورت میں ہمہ اوست کہنا مجاز کے طور پر ہوگا نہ کہ حقیقت کے طور پر، جیسا کہ زید کی صورت کو جو کہ آئینہ میں منعکس ہوتی ہے مجاز کے طریق پر کہتے ہیں کہ یہ صورت عین زید ہے، یا یہ کہا جائے کہ میں نے زید کو آئینے میں دیکھا۔ مختصر یہ ہے کہ کسی شئے کے ظہورات و عکوس کو تشبیہ و تنظیر کے طریق پر عین شئی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقت و نفس الامر کے طریق پر، مگر یہ کہ اصطلاح اس معنی پر مقرر کریں جو کہ بحث سے خارج ہے جیسا کہ شیر کو گدھا کہیں اور اصطلاح مقرر کرلیں حقیقت میں شیر شیر ہے اور گدھا گدھا ہے، اصطلاح کے ساتھ

شیر گدھا نہیں ہو جاتا۔ اور یہ جو بعض اکابر نے کہا ہے کہ ہمہ اوست اس معنی میں نہیں ہے کہ مطلق نزول کر کے مقیدات میں منحصر ہو گیا ہے اور تنزیہ (نزول کر کے) تشبیہ ہو گیا ہے اور مرتبہ تنزیہ نہیں رہا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے ع ۳۶
کہ اکابر کی مراد یہ ہو، تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا [اللہ تعالیٰ (کی شان) اس بات سے بہت ہی زیادہ بلند ہے] بلکہ اس معنی میں ہے کہ تمام اس کے ظہورات ہیں جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ جو کہ توحید وجودی والوں کے سردار ہیں اور ان کے متبعین کی کتابوں اور رسالوں میں یہ معنی واضح دنمایاں ہیں اور اس معنی پر اشکال وارد نہیں ہوتا، اور یہ جو اُن (اس علاقے کے) لوگوں نے کہا ہے کہ "ہمیشہ اسی طرح سے ہوا ہے اور ہوتا رہیگا" یہ بات عالم کے قدیم ہونے کا قول ہے اور یہ کفر ہے اور اشیا کے فنا ہونے کا انکار ہے کہ جس کے بارے میں پ ۲۰ ع ۹ ۸۸
قرآن مجید کہتا ہے: کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ [ہر چیز ہلاک (فنا) ہونے والی ہے سوائے اُس (تعالیٰ شانہٗ) کی ذات کے] وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ [اور صور پھونکا جائیگا پس جو پ ۲۴ ع ۴ ۶۸
آسمانوں اور زمین میں وہ سب بیہوش ہو جائیں گے]

اور آپ نے لکھا تھا کہ یہ (اس علاقے کے) لوگ (بعث بعد الموت اور قیامت کا انکار کرتے ہیں البتہ) بعث (مرنے کے بعد اٹھائے جانے) کو اس طرح کہتے ہیں کہ یہ وجود خاک سے (پیدا ہوا) ہے پھر خاک ہو جائے گا اور خاک سے گھاس اُگے گی اور گھاس کو حیوانات کھائیں گے اور اُن (حیوانات) کا گوشت کوئی شخص کھائے گا اس سے نطفہ بنے گا اور نطفے سے پھر آدمی پیدا ہوگا اور وہ لوگ قیامت اسی کو کہتے ہیں" آپ جان لیں کہ یہ حشر ونشر اور روزِ قیامت کا انکار ہے جو کہ کفر والحاد وزندقہ ہے اور اُن احادیث ونصوص قرآنی کا انکار ہے جن میں یہ آیا ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور مُردے قبر سے اٹھیں گے اور اگلے پچھلے سب لوگ ایک معین جگہ پر جمع ہوں گے اور حساب وکتاب پیش آئے گا، میزان (ترازو) قائم ہوگی پل صراط نصب کیا جائے گا، پرہیزگار مومنین اس سے گذریں گے اور بہشت میں جائیں گے اور کافر دوزخ میں گر پڑیں گے اور دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے، اس دن کا انکار صریح کفر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے، فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓي اَرْجَاۗىِٕهَا وَيَحْمِلُ پ ۲۹ ع ۶ ۶۹
عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ الیٰ آخر الآیات [پھر جب صور میں ایک بار پھونک ماردی جائے گی اور ۱۳ تا ۱۷
زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو اس دن وہ ہونے والی چیز ہو جائیگی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل کمزور ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ (اُس علاقے کے) لوگ کہتے ہیں کہ نماز ظاہر بین لوگوں کے لئے ہے اور ذکرِ قلبی اور دیگر عبادات پاکیزہ وجود والوں (خواص) کے لئے ہے ورنہ انسان اور تمام اشیا ایسی عبادت میں مشغول ہیں جو ظاہری عبادت کے علاوہ ہے اگرچہ وہ خود واقف نہ ہوں (کہ وہ عبادت کر رہے ہیں) اور شریعت کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص عقل والوں کے لئے رواج دیا ہے تاکہ کوئی فساد برپا نہ ہونے پائے" (نعوذ باللہ) میرے مخدوم! جو شخص کہ نماز اور باقی تمام احکامِ شرعیہ کو ایسا کہتا ہے یہ اس کی ۳۷
جہالت اور عقل کی کمی سے ہے، نماز وہ ہے کہ جس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا ستون فرمایا ہے جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس شخص نے نماز کو ڈھایا (چھوڑا) اُس نے اپنے دین کو ڈھایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مومن کی معراج فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ اور آپ نے اپنی راحت نماز میں سمجھی ہے اور (اپنی) آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا ہے اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ [اے بلال! (اذان دیکر) مجھے راحت دو] اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] جو قُربِ (حق) نماز ادا کرنے کے وقت ہوتا ہے وہ نماز کے باہر نہیں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ اِلَی الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ [بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اور خدا جل و علا کے درمیان جو حجاب ہے وہ نماز میں اُٹھا دیا جاتا ہے، نیز وارد ہوا ہے، اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمَیِ اللّٰہِ فَلْیَسْجُدْ وَلْیَرْغَبْ [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس چاہیے کہ سجدہ کرے اور رغبت کے ساتھ سجدہ کرے] الغرض جو کمال بھی ہے احکامِ شرعیہ کی ادائیگی سے وابستہ ہے اس کے علاوہ ضلالت و گمراہی ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ [پس حق کے علاوہ جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے] قرآن مجید و احادیثِ نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام سب کے سب شرعی احکام ادا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

صراطِ مستقیم یہی ہے اس کے علاوہ تمام راستے شیطان کے راستے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) ہم لوگوں (کو سمجھانے) کیلئے ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر کئی خطوط اس خط کے دائیں اور بائیں کھینچے اور فرمایا یہ شیطان کے راستے ہیں ان میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے اور آپ نے
یہ آیت تلاوت فرمائی وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ الآیہ [اور یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی ۱۵۴
پیروی کرو] اس کو احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ تمام انبیاء کے متفقہ اور تمام علماء کے مجمع علیہ قول کو غیر معقول لوگوں کے خیالات (باطلہ) کی بنا پر چھوڑا نہیں جا سکتا، شریعت کو ناقص عقل والے

لوگوں کے لیے کہنا عین کفر و الحاد ہے اعاذنا اللہ سبحانہ وایاکم عن ھذا الاعتقاد [اللہ سبحانہ ہم اور آپ کو اس (برے) اعتقاد سے بچائے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض کتابوں اور رسالوں سے اسقدر معلوم ہوا ہے کہ (عالم) نہ وہ (حق تعالیٰ) ہے اور نہ اُس (حق تعالیٰ) کا غیر ہے اس بارے میں بھی حیرانی ہے کہ جب (عالم) نہ وہ ہے اور نہ اس کا غیر ہے تو پھر کیا ہے حیرانی کا مقام ہے" آپ جان لیں کہ اگر عالم کو اسمائے الٰہی تعالیٰ کے مظاہر کہا جائے تو وہ اس کی عین ذات نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے، اور مباین و مستقل کے معنی میں اس کا غیر بھی نہیں (یعنی عالم حق سے مباین (جدا) بھی نہیں ہے اور وجودِ مستقل بھی نہیں رکھتا) اس لئے کہ اسماء و صفات
۳۸ چونکہ ذات کے ساتھ قائم ہیں (اس لئے) مباین نہیں ہیں اور اپنا مستقل وجود بھی نہیں رکھتے جیسا کہ زید کی صورت جو آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اس کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ صورت نہ عین زید ہے اور نہ غیر زید (پس حیرانی کا کیا مقام ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حدیث شریف[1] میں اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے] وارد ہوا ہے پھر (اللہ تعالیٰ کو) بے چون و بے نظیر اور بے نمونہ بھی کہتے ہیں، حیرانی کا مقام ہے" (جواب) میرے مخدوم! کوئی حیرانی کا مقام نہیں ہے' دین کی جو بات یقین و تواتر کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے اس پر پختہ اعتقاد رکھنا چاہیے اور اس قسم کے الفاظ کو ظاہری معنی سے پھیر دینا چاہیے یا اس کے علم کو حق سبحانہٗ کے حوالے کر دینا چاہیے اور جس اعتقاد پر اجماع ہو چکا ہو اس میں شبہ کو داخل نہیں کرنا چاہیے (درحقیقت) حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات سے آراستہ اور اپنی صفات سے متصف فرمایا ہے اور ان کو ایک کامل تر آئینہ بنایا ہے پس کچھ مشارکت و مشابہت آدم علیہ السلام کو حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ پیدا ہو گئی اگرچہ وہ مشابہت اسم میں ہو گی اور وہ مشارکت صورت میں ہو گی نہ کہ حقیقت میں مثلاً ممکن کے علم کی واجب تعالیٰ کے علم کے سامنے کیا حقیقت ہے اور اس کی قدرت کی اس تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کے بالمقابل کیا حیثیت ہے اور اسی پر دوسری تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے، پس اس صوری مشابہت اور اسمی مناسبت کے اعتبار سے مجاز اور تشبیہ کے طور پر اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا] کہہ سکتے ہیں۔ یہاں لفظ عَلٰی صُوْرَتِہٖ میں ایک دقیق نکتہ ہے گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مشارکت و مناسبت صورت و اسم میں ہے نہ کہ حقیقت میں، کیونکہ یہ کمالات و اوصاف جو کہ ممکن میں ہیں

[1] بخاری و مسلم میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے: خلق اللہ آدم علی صورتہ۔

واجب تعالیٰ کی صفات و کمالات کے مقابلے میں اختلافِ آثار کے اعتبار سے گویا ایک اور ہی حقیقت اور مختلف ماہیت رکھتے ہیں، سوائے نام اور صورت کے اور کوئی شرکت نہیں ہے مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "(اس علاقہ کے لوگ) قرآن کو کہتے ہیں کہ معجزہ ہے"۔ (جواب) اگر اُن کی مراد یہ ہے کہ قرآن کے نازل کرنے سے مقصود معجزہ ہے نہ کہ اس کے سوا اور دوسری چیزیں کہ قرآن جن پر مشتمل ہے یعنی امر و نہی اور اخبار تو یہ حقیقت میں احکامِ الٰہی کو نہ ماننا اور آیاتِ قرآنی کے ساتھ استہزاء و تمسخر ہے، تعجب ہے کہ یہ لوگ قرآن کے معجزہ ہونے کے قائل ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ قرآن کا معجزہ ہونا اس وجہ سے ہے ۳۹ ط
کہ یہ حق تعالیٰ کا کلام ہے نہ کہ انسان کا کلام، جبکہ ان لوگوں کے نزدیک ممکنات میں ہونے کے سوا حق تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ زید کہاں ہے زید کسی جگہ نہیں ہے تو پھر قرآن کو کس نے نازل کیا اور رسولوں کو کس نے بھیجا قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی [آپ کہہ دیجئے اُس کتاب کو کس نے اُتارا جس کو موسیٰ (علیہ السلام) لیکر آئے]۔ پ ۷ ع ۹۲

آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ [آگاہ رہو بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] پس وہ کس طرح اور کس طور پر محیط ہے"۔ آپ جان لیں کہ احاطہ دو قسم پر ہے، اگر احاطہ کو احاطۂ علمی قرار دیں جیسا کہ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور قرآن مجید بھی اس کو بیان کر رہا ہے: وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا [اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کا علم کے ساتھ احاطہ کیا ہوا ہے] تو کوئی حیرت کا مقام اور شک کا محل نہیں ہے اور اگر ہم احاطۂ علمی کے علاوہ کوئی اور احاطہ ثابت کریں تو ہم کہتے ہیں کہ حق جل و علا کا احاطہ و معیت "جسم کا جسم کے ساتھ احاطہ" کی قسم سے ہے جو کہ تنزیہ و تقدیس کے منافی ہے (لہٰذا) یہ احاطہ متشابہات میں سے ہے جیسا کہ (قرآن مجید میں) یَدٌ اور وَجْہٌ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے، ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ تعالیٰ شانہ محیط ہے اور ہمارے ساتھ ہے اور (اس احاطہ کی) کیفیت (معلوم کرنے) میں مشغول نہ ہوں اور جو کچھ ادراک اور کشف میں آئے اللہ تعالیٰ کو اُس سے منزّہ و مبرّا جانیں۔ متشابہات کے بارے میں یہی طریقہ اسلم ہے اگر آپ یہاں حاضر ہوتے اور مرضیٔ الٰہی ہوتی تو اس سے اور زیادہ بیان کیا جاتا، فی الحال اسی قدر پر اکتفا کریں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر ہم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اس معنی میں کہیں کہ کافر لوگ بتوں کو (اپنے) معبود کہتے ہیں (اس لئے) ان کی نفی کرنی اور اللہ تعالیٰ کا اثبات کرنا چاہیے تو درست ہے اور اگر لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی میں کہا جائے تو پھر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کس لئے کہتے ہیں اور لَآ اِلٰهَ بھی کس لئے کہتے ہیں اس میں بھی

(اللہ تعالیٰ کا) ثانی ہوجاتا ہے اور یہی اسم ذات اللہ کافی ہے، اس بارے میں کیا حکمت ہے؟"۔ آپ جان لیں کہ کافر لوگ جو بتوں کو آلہہ (بہت سے معبود) کہتے ہیں نہ کہ الٰہ بمعنی خالق و واجب الوجود کیونکہ ان میں سے اکثر مشرک فی العبادۃ (عبادت میں شرک کرنے والے) ہیں پس دونوں صورتوں کا نتیجہ ایک ہی ہوا جب تک باطل معبودوں کی نفی نہ کریں حق کے معبود ہونے کا اثبات صورت پذیر نہیں ہوتا اور کلمۂ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کلمۂ توحید ہے اور توحید شریکوں کی نفی کرنے پر موقوف ہے اس لئے پہلے شریکوں کی نفی کرنا ضروری ہوا تاکہ حق تعالیٰ کو وحدانیت کے ساتھ پہچانیں پس اس جگہ دوسرے جزو کا لانا نفی کے لئے ہے نہ کہ اثبات کے لئے، جب تک ثانی و ثالث اور رابع کو الیٰ ماشاء اللہ (جہاں تک اللہ چاہے) نفی نہ کرے واحد کا اثبات کس طرح کرے گا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو کہتے ہیں یہ ان کی معبودیت کے اثبات کے لئے نہیں ہے بلکہ (اس لئے ہے) تاکہ توحید کی تصدیق کے بعد آن صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کریں کیونکہ ایمان ان دو تصدیقوں پر موقوف ہے، جاننا چاہئے کہ جس طرح ایمان کی صورت آفاقی معبودوں کی نفی پر موقوف ہے جو کہ بُت اور کافروں کے سارے معبود ہیں . . . . اسی طرح ایمان کی حقیقت انفسی معبودوں کی نفی پر موقوف ہے جن کو خواہشاتِ نفسانی اور ماسوائے حق جلّ وعلا کی گرفتاری سے تعبیر کیا جاتا ہے، آیہ کریمہ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنا لیا ہے) پ ۲۵ ۲۳ اس معنی کی شاہد ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے، پس حق جلّ وعلا کے طالب کو اس (کلمۂ لا الٰہ الا اللہ) کے تکرار سے چارہ نہیں ہے، اس لئے اہل اللہ نے اس کلمۂ طیبہ کو سلوک و تسلیک کے لئے اختیار فرمایا ہے تاکہ سالک اس کلمہ کی تکرار سے خواہشاتِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی اور مقاصدِ انسانی سے پوری طرح نکل جائے اور اس کا مقصود و معبود و محبوب ذاتِ مقدس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کچھ نہ رہے اور اس کو فنا حاصل ہوجائے ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا   نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص (مقامِ) فنا حاصل نہ کرلے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے]

پس لا الٰہ کو معبود کے اثبات کے لئے نہیں کہتے کہ جو آپ لکھتے ہیں کہ یہ (اللہ کا) ثانی ہوجاتا ہے بلکہ ثانی کی نفی کے لئے کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ وہ گرفتار ہے اور وہ اس گرفتاری کے باعث بارگاہ کبریا میں خوار و بے اعتبار ہے، بیشک اسمِ ذات جذب و محبت پیدا کرتا ہے اور ایک قسم کی فنا بخشتا ہے لیکن کلمۂ نفی و اثبات سلوک طے کرنے اور تعلقات کو زائل کرنے کے لئے ناگزیر ہے تاکہ فنائے حقیقی حاصل ہوجائے اور تمام حجابات دُور ہوجائیں ؎

تا بجاروبِ لا نہ روبی راہ ۔۔۔ نرسی در سرائے الا اللہ

[تو جبتک لا کی جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کریگا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا]

اس راہِ غیب الغیب میں اس راستہ کا ہر خس و خاشاک اِنِّی اَنَا اللّٰہُ [بیشک میں ہی اللہ ہوں] کی صدا لگاتا ہے اور اپنی گرفتاری کی طرف رہنمائی کرتا ہے، کامل و مکمل پیر کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی دستگیری چاہیئے تاکہ سالک بیچارہ کو ان گردابوں سے نکالے اور مقصدِ اعلیٰ کی طرف رہنمائی کرے۔ ذاتِ احدیت کے طالب کو چاہیئے کہ تمام مشاہدات و تجلیات سے گذر جائے اور لا کے نیچے لائے کہ یہ سب ظلال سے وابستہ ہیں اور تشبیہ و مثال کے ساتھ تسلی ہے بلکہ (چاہیئے کہ) عارف کے مدِّ نظر اسماء و صفات بھی نہ ہوں اور توجہ کے قبلہ کو پراگندہ نہ کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ[1] دیکھا اور سُنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر اللہ ہے کلمۂ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیئے۔ اور شیخ ابو اسحاق گازرونی نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں گذرے یا تیرے خیال میں آئے پس اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہے۔

میرے مخدوم! اس قسم کے (گمراہ) لوگ جو اس نوع کے اعتقادات رکھتے ہوں (جن کا ذکر آپ نے کیا ہے) اور اپنے آپ کو مسندِ مشیخت پر فائز کئے ہوئے ہوں دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے دور رہنا چاہیئے اور یہ لوگ دین سے بیگانہ اور حلقۂ اسلام سے باہر ہیں خود بھی گمراہی کی گہرائی میں غرق ہیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستہ سے ہٹاتے ہیں ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا [وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا] اُن سے دُور رہیں اور ان کی صحبت کو زہرِ قاتل سمجھیں جو کہ ابدی موت تک پہنچاتی ہے، جتنا شیر سے بھاگتے ہیں اس سے زیادہ اُن کی صحبت و روئیت سے بھاگیں، آپ کے بھائیوں پر تعجب ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے معتقد ہوگئے ہیں اور اپنے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں، اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے وہ (اُن سے) تربیت پا رہے ہیں جس شخص کے دین و ایمان میں کلام ہو وہ دوسرے کی تربیت کیا کرے گا، ع

او خویشتن گم است کرا رہبری کند [وہ خود گمراہ ہے تو وہ کس کی رہبری کرے گا]

ابھی کچھ نہیں گیا ہے، جب تک موت[2] کے غرغرے کا وقت نہ آئے توبہ کے دروازے کھُلے ہوئے ہیں، آپ کے بھائی ایمان کو برباد نہ کریں، خبر دینا شرط ہے۔

---

[1] شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ۔۔۔ وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ۔۔۔ ما ہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

[2] حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جبتک اس کی روح حلق میں نہ پہنچ جائے اور غرغرہ کی آواز نکلنے لگے، رواہ الترمذی وابن ماجہ۔

مکتوب ۱۷

مرزا ابو المعالی کے نام بعض ضروری نصائح کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ترقی و وصول کا مدار بدرجۂ غالب صحبت پر ہے۔ ص ۴۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلٰی والصلوٰۃ والسلام علی رسولنا المصطفٰی کما یلیق بجلالہ ویحری بہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسائر من اتبع الھدٰی، عنایت نامہ نامی ومکتوبِ گرامی جو کہ جناب مخدومی ومخدوم زادہ نے براہِ کرم اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف و مفتخر ہوا، اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور شریعت وطریقت کے راستہ پر استقامت بخشے۔ آپ نے شوق ودردِ طلب کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہ وتعالیٰ اس شوق کی آگ کو مشتعل کرے اور شعلۂ طلب کو سر بلند بنائے تاکہ مطلوبِ حقیقی کے ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے اور قُرب وعرفان کے سراپردوں میں پہنچائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے ازرہِ کرم لکھا تھا کہ "ان بزرگوں کے احوال کو نفحات[1] وغیرہ سے دیکھ کر ان کے حالات کے مطابق (عمل کرنے کی) کوشش کی گئی ہے اور کرتا رہتا ہوں لیکن چونکہ یہ سب کوشش سالک (مرشد) کی رہنمائی کے بغیر تھی (اس لئے) اُس نے ہرگز کوئی فائدہ نہیں دیا اور کچھ کامیابی حاصل نہیں ہوئی"۔ میرے مکرم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست اور ٹھیک ہے۔ اس راہِ غیب الغیب میں مرشدِ کامل کی دستگیری کے بغیر راستہ چلنا اور سلوک طے کرنا بہت ہی مشکل ہے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے: وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو] پ ۶ ع ۱۰ ۳۵ جبکہ مجازی بادشاہوں کی بارگاہ میں وسیلہ کے بغیر رسائی نہیں ہو سکتی تو سلطانِ حقیقی وشہنشاہِ تحقیقی کی بارگاہ میں وسیلہ ضروری وناگزیر ہے۔ اور یہ جو کچھ آپ نے اس مسکین کے بارے میں ازراہِ حسنِ ظن لکھا ہے یہ آپ نے خود اپنی بزرگی کے باعث لکھا ہے اور اس ناکارہ کو اپنے آئینہ میں دیکھا ہے ورنہ

؎ من ہیچم وکم ز ہیچ ہم بسیارے
وز ہیچ کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ (کچھ بھی نہیں) ہوں اور (بلکہ) ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

اتنی بات (ضرور) ہے کہ جو کچھ بزرگوں سے اس ہیچمدان کو پہنچا ہے وہ طالبین کو بتا دیتا ہے بعض کو فائدہ ہو جاتا ہے اور ان اکابر کے انفاسِ نفیس کی برکت سے ان کے کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ میرے مخدوم!

---

[1] نفحات الانس مؤلفہ مولانا جامی قدس سرہٗ، اس میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات درج ہیں

یہ مسکین اپنے ظن و گمان کے مطابق جو کچھ رکھتا ہے یہ سب آپ سے اور آپ کے بزرگوں کی برکات سے ہے آپ سے کیا دریغ ہے، اپنی سعادت آپ کی خدمت کرنے میں سمجھتا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ اس طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) کا مدار شیخِ مقتدا (مرشد) کی صحبت و رابطۂ محبت پر ہے، کامیابی و ترقی غالب طور پر اسی سے وابستہ ہے اور چونکہ ہمارے بزرگوں (حضرات نقشبندیہ قدس سرہم) کا طریقہ سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب ہے (اس لئے) صحبتِ (شیخ) کے حاصل ہونے تک سنت کی متابعت پر قائم رہیں اور متروکہ سنتوں کو (جو چھوٹ گئی ہوں) زندہ کرتے رہیں، حدیث شریف[1] میں آیا ہے جس شخص نے میری کسی مُردہ سنت کو زندہ کیا اُس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، سنتِ متروکہ کا زندہ کرنا یہ ہے کہ خود اس پر عمل کرے اور اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ دوسروں کو بھی (اس کی) رہنمائی کرے تاکہ وہ بھی اس پر عمل کریں، ترقی اور قُرب کے درجات کا حاصل ہونا تمام تر اتباعِ سنت ہی سے وابستہ ہے، آیۂ کریمہ[2] قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی شاہد ہے۔ بدعت سے دور رہیں اور بچتے رہیں اور بدعتی کے ساتھ صحبت نہ رکھیں اور ان کو اپنی مجلس میں جگہ نہ دیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہلِ بدعت دوزخیوں کے کُتے ہیں۔ اور اپنے اوقات کو طاعات و اذکار اور اُن دعاؤں سے معمور رکھیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں اور کتبِ احادیث (مثلاً حصنِ حصین و اذکار للنووی و مشکوٰۃ شریف وغیرہا) میں مذکور ہیں اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جسقدر ہو سکے تکرار کریں، تمام صوفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ باطن کو منور کرنے میں یہ کلمہ ذکرِ قلبی کی مانند بہت مفید ہے اور اشغال و مراقباتِ باطنی جو ہمارے طریقے میں معمول و مشہور ہیں صحبت و حاضری سے تعلق رکھتے ہیں، حقائق آگاہ مولانا عبدالخالق جو کہ اُسی جگہ کے باشندے ہیں اور ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہے ہیں اور صاحبِ حال و کمال شخص ہیں کچھ عرصے سے فقیر کی ملاقات کی غرض سے یہاں (سرہند) آئے ہوئے ہیں اگر آپ کا دل چاہے تو (فقیر کو) اشارہ فرمائیں تاکہ اُن کو وہاں روانہ کرے وہاں کا وطن مالوف ہے اور وہ فقیر کی جانب سے سفارت (نمائندگی) کے طور پر آپ کو شغل و مراقبۂ باطن کی تعلیم دیں اور توجہات دیں شاید ترقی کی راہ کھل جائے، چونکہ فقیر کی ملاقات فی الحال بلا مشقت (میسر) نہیں ہے (اس لئے) یہ طریقہ دل میں آیا ہے، آگے آپ کو اختیار ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف میں ہے من احیی سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا الخ رواہ الترمذی وفی المشکوٰۃ ایضا من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید رواہ البیہقی۔ [2] سورت ۳ آیت ۳۱

مکتوب ۱۸

صوفی پایندہ محمد کابلی کے نام ان کے لئے نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن ست ... گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (زہر قاتل) ہے]

اے سعادت آثار! حق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری قلبی امراض میں سب سے زیادہ شدید ہے اس کے ازالہ کی فکر سب سے اہم کام ہے۔ ع

درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست ... [اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کیلئے ایک حرف کافی ہے]

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے بغیر نہ چھوڑے اور عافیت و استقامت نصیب و قت کرے والسلام

مکتوب ۱۹

ملا پایندہ محمد کابلی کے نام اُن سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ اُنھوں نے کئے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ والہٖ ونسلم۔ اللہ تعالیٰ اس برادر دینی (آپ) کو احوال کی قید سے رہائی دیکر احوال کو بدلنے والے (اللہ تعالیٰ) تک پہنچائے اور غیب سے عین تک اور اجمال سے تفصیل تک لائے اور تلوین سے تمکین کے ساتھ اور حروف سے معانی کے ساتھ مشرف فرمائے۔ آپ نے جو خط فرزندی محمد عبید اللہ[1] کے نام لکھا تھا پہنچا، اس میں چند سوالات درج تھے اور آپ نے فقیر سے اُن کے جوابات کی درخواست کی تھی، (لہٰذا جوابات) لکھے جاتے ہیں غور سے سنیں: ——

پہلا سوال یہ تھا کہ "قرآن مجید و حدیث قدسی میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت آدم ابو البشر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ید اللہ تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں اور اگر ہم ید سے قدرت مراد لیں تو آدم (علیہ السلام) کی تخصیص کی کیا وجہ ہوگی؟ اس لئے کہ دوسری مخلوقات بھی قدرتِ الٰہی سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور اگر ید سے مراد قدرت نہ لیں (اور ہاتھ مراد لیں) تو مجسمہ (اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے والوں) کا مذہب تقویت پاتا ہے۔" جواب، جائز ہے کہ ید سے مراد قدرت لیں جیسا کہ (آیات) متشابہات کی

---

[1] مطبوعہ فارسی اور ایک قلمی نسخے میں عبداللہ لکھا ہے حالانکہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادے کا نام عبید اللہ ہے اس لئے ہم نے ترجمہ میں عبید اللہ لکھا ہے۔ مترجم

تاویل کرنے والوں کا مذہب یہی ہے اور (حضرت) آدم علی نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کی تخصیص ان کی تعظیم وتکریم کی بنا پر ہے نہ کہ حصر کے لئے، جیسا کہ آیۂ کریمہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ [بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہے] میں ہے اور اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت آئی ہیں، تخصیص در ذکر (کسی بیان میں تخصیص کا پایا جانا) نفس الامر میں تخصیص پر دلالت نہیں کرتا، اور اگر ید سے قدرت مراد نہ بھی لیں تو پھر دوسری (آیاتِ) متشابہات کی طرح حق تعالیٰ کے لئے ہاتھ کی صفت بلا کیف ثابت کریں گے جیسا کہ دوسری (آیات) متشابہات میں کیا جاتا ہے، مجسمہ کے مذہب کو تقویت تو اس صورت میں ہوگی جبکہ اپنے جیسا جسمانی ہاتھ ثابت کیا جائے، تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا [اللہ تعالیٰ (کی شان) اس بات سے بہت ہی زیادہ بلند ہے]۔

سوال دوم یہ تھا کہ خیر التابعین اویس قرنی (قدس سرہ) سے منقول ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ [جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہی] اس عبارت کے کیا معنی ہیں؟

(جواب) آپ جان لیں کہ اس نقل کے صحیح ہونے میں شک ہے اس لئے کہ اگر شئی کو عموم پر چھوڑیں تو لازم آتا ہے کہ عارف سے کوئی چیز خواہ وہ معارفِ وجوبی ہوں یا حوادثِ کونی مخفی نہ رہے، اور یہ خلافِ واقع ہے، جبکہ سید انبیاء علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو حکم ہوا ہے کہ آپ کہدیجئے وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (پ۹، ع۱۳) [اور اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو تمام خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچتی] تو پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور اگر شئی کو معارفِ باطنی کے ساتھ خاص کریں تب بھی مشکل ہوتی ہے جبکہ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ بات طے ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی ولی اپنی ولایت وقرب سے آگاہ نہ ہو فَمِنَّا مَنْ عَلِمَ وَمِنَّا مَنْ جَهِلَ [پس ہم میں سے بعض علم رکھتے ہیں اور بعض کو علم نہیں ہے] تو پھر تمام معارف کو وہ کیا پہنچے گا صحابۂ کرام علیہم الرضوان جو کہ ولایت کے اعلیٰ طبقہ میں ہیں ان میں سے اکثر سے شہود ومشاہدہ کے واقعات منقول نہیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے (زمانۂ) خلافت میں جب حضرت انس (رضی اللہ عنہ) ان کی خدمت میں پہنچے اور راستہ میں ظاہری طور پر (اُن کی) ایک نگاہ کسی خوبصورت عورت پر پڑی تھی حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کیا میرے پاس ایک شخص آیا ہے جس کی آنکھ پر زنا کا اثر ہے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے تعجب سے کہا، کیا رسول اللہ

لہ یعنی عبادی میں ضمیر واحد متکلم کی یا، کی عباد کی طرف اضافت یہاں تعظیم وتکریم کے لئے ہے یعنی خاص بندوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی تکریم کے باعث ہے ورنہ نیک وبد سارے بندے اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں، اسی طرح ناقۃ اللہ، روح اللہ اور بیت اللہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تعظیم وتکریم کے لئے ہے۔ ۲ہ سورہ ۱۷ آیت ۱۱۵۔
۳ہ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی آتی ہے، چونکہ اس زمانہ میں کشف و خوارق کم ہوتے تھے (اس لئے) حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور اگر (حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی) نقل کو صحیح مان لیا جائے تو پھر عبارت (کے مطلب) کو ظاہر سے پھیر لینا چاہئے، سردست جو کچھ میرے دل میں آتا ہے یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس پر ایسی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی جس کی اس کو معرفت کے بارے میں ضرورت ہو، یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ مقبولانِ حق میں سے ہو گیا اور مقبول کو ضائع نہیں ہونے دیا جاتا، پس اس کو معرفت کے راستہ میں جو کچھ درکار ہے اس کو اس کا علم دیدیا جاتا ہے، یا تو بے واسطہ (یعنی الہام و کشف کے طریق پر) یا پیر و مرشد کے واسطے سے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال [اور حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے]۔

سوال سوم کا جواب یہ ہے کہ اکابرِ طریق نے جو یہ فرمایا ہے اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ [طریقت تمام کی تمام ادب ہے] اس ادب سے مراد ادبِ شریعت ہے اور آدابِ طریقت جو کہ اپنے شیوخ (پیروں) کی رعایت و متابعت سے کنایہ ہیں وہ سب آدابِ شریعت میں داخل ہیں (شریعت) شافی و کافی بیان رکھتی ہے، والسلام

مکتوب ۲۰

شیخ محمد سعید فاروقی کے نام اُن کی بعض کیفیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچا اور مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ ذوق و شوق رکھتے ہیں اور (ہم) فقراء کی یاد سے غافل نہیں ہیں، اس گروہ سے محبت کرنے والا اسی گروہ کے ساتھ ہے اور ان کی بارگاہِ خاص میں محرم و ہمراز ہے، اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[1] [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے، محبت کی حقیقت کو حاصل کرنے میں کوشش کریں اور اس کی کیفیت میں اضافہ طلب کریں تاکہ آپ محبتِ ذاتیہ حاصل کریں اور اپنے آپ سے گذر کر ہمیشہ محبوب کے ساتھ رہیں، حضرت صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کہ جن کی شان میں آیا ہے و لکن معنی وقر فی قلبہ [لیکن ایک چیز ہے جو اُن کے دل میں بیٹھ گئی ہے] یہ محبت ہی کی صفت ہے جس نے ان کو سب سے افضل کر دیا اور معیتِ خاصہ کی نعمت تک پہنچایا اور ثَانِیَ اثْنَیْنِ[2] [دو میں سے دوسرا] کی آواز سنائی اور مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ[3] اللّٰہُ

---

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔ [2] سورۃ ۹ آیت ۴۰
[3] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ باب المعجزات میں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ سے بروایت حضرت انسؓ مروی ہے۔

ثَالِثُهُمَا [ان دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے] کی خوشخبری سے مکرم و ممتاز کیا، کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

بکنجِ غار گزینیم خلوت از ہمہ خلق　　گر آں لطیفِ جہاں یارِ غارِ ما باشد

[اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں ۔]

آپ نے جو بعض کیفیات و واردات میاں خواجہ کے مکتوب میں لکھی تھیں اُن کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ آپ نے جو آواز کہ دائیں جانب سے سُنی اور جو نور کہ اسی جانب سے دیکھا ہے یہ حق جلّ وعلا کی جانب سے ایک کیفیت ہے جو کہ (لطیفۂ روح پر کہ جس کا مقام دائیں جانب ہے وارد ہوئی ہے اور اس کو اپنے تصرف میں لائی ہے، ملوک (کی مانند) ہے جس نے کہ عالمِ غیب سے روح کی مملکت جو کہ ہوش و شعور کا محل ہے غلبہ پا کر اس کو زیر و زبر کر دیا ہے اس لئے مستی و بیخودی لایا ہے: اِنَّ الْمُلُوْکَ
۲۷ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ ؕ [بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے] اب آپ کا معاملہ لطیفۂ قلب سے گذر کر لطیفۂ روح کے ساتھ قرار پا گیا ہے اور ترقی کر کے اوپر کے مقام کے امیدوار رہیں اور ہمت کو بلند رکھیں ولنعم ما قیل [کسی نے کیا خوب کہا ہے] ؎

بوصلش تا رسیم صد بار از پا افگند شوقم　　کہ نو پرواز م و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں]

دوستوں سے دعائے سلامتی کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۱

صوفی نور بیگ کے نام اُن کو نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جناب صوفی نور بیگ اس دور افتادہ سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں، احوال ہر حال میں خدائے ذوالجلال کی حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عزیز (آپ) بھی ظاہر و باطن کی جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعتِ عالیہ کے راستہ پر استقامت رکھتے ہوں گے اور چھلکے سے مغز تک آئیں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گے، باطنی نسبت کی اچھی طرح حفاظت کریں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں لوگوں کے ساتھ

بہت کم میل جول رکھیں اور گوشۂ نامرادی کو ترک نہ کریں مختصر یہ کہ آخرت کا زادِ راہ تیار کریں جاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ [ہلا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی] دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۲

حافظ ابو اسحاق کے نام صوفیۂ عالیہ کی تعریف کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبِ مرغوب ان دنوں میں ارسال کیا تھا اس کے موصول ہونے سے شاد و مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ جمعیت و عافیت کے ساتھ رکھے اور شریعتِ محمدی اور سنتِ احمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے پر استقامت و مداومت عطا فرمائے اور دنیا کے تعلقات اور ماسوا کی گرفتاری سے آزاد کر کے اپنی معرفت کے خیموں اور اپنے قرب کے سراپردوں میں اُنس و الفت مرحمت فرمائے۔ یہ معنی عالمِ اسباب میں صوفیۂ عالیہ کے طریقہ پر چلنے سے وابستہ ہیں یہ اکابر حق جل و علا کی محبت میں اپنے آپ سے اور اپنے غیر سے منقطع ہو چکے ہیں اور اس (تعالیٰ شانہٗ) کے عشق میں آفاق و انفس سے گذر کر ماسوا کو اس کے راستہ میں گم کر چکے ہیں اور اس کے ساتھ موافقت کر لی ہے، اگر حاصل رکھتے ہیں تو اُسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی کے ساتھ واصل ہیں ان کے باطن کو اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا سے اس طرح کا انقطاع حاصل ہوا ہے کہ اگر وہ ماسوا کو سالہا سال یاد کریں تو وہ اُن کو یاد نہ آئے اور نفس کی انانیت (میں پن) سے اس انداز سے گذر گئے ہیں کہ کلمۂ انا کا اپنے اوپر عود کرنا شرک جانتے ہیں، رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ [کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے] اور رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ [وہ لوگ جو کہ سودا کرنے میں اور بیچنے (یعنی تجارت) میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے] (یہ آیات ان کے حال کی حکایت ہیں)۔ ۴۸

اے اللہ! مجھے اس قوم میں سے بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے بنا دے کیونکہ میں دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا جو شخص کہ اس راستہ کی ہوس رکھتا ہے اور اس اندیشہ (خیال) کا بیج دل میں بوتا ہے اس کو چاہئے کہ تمام چیزوں کو چھوڑ کر ان اکابر کی صحبت اختیار کرے اور جان کو لوازمِ طلبگاری پر قربان کر دے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بُو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جائے کسی نے خوب کہا ہے ؎

بعد ازیں مصلحتِ کار دراں مے بینم   کہ روم بر درِ میخانہ و خوش بنشینم

[اس کے بعد میں کام کی مصلحت اس امر میں دیکھتا ہوں کہ میخانہ کے دروازے پر جاؤں اور وہاں خوش و خرم بیٹھ جاؤں]

دوستوں سے دعائے سلامتئ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۳

مرزا غضنفر کے نام کیفیات کی شرح اور اُن واردات کی تعبیر میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا چونکہ بلند احوال اور اعلیٰ واردات پر مشتمل تھا خوشی میں اضافہ کیا، لطائفِ خمسہ کی فنا اور اپنے آپ سے یافت کی نفی اور خود بخود کی یافت کے اثبات کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا تھا اور یہ کہ اس شعر کو اپنے حال کے موافق پایا ہے ؎

نمی دہد رہِ ہم صحبتاں بخلوتِ خویش　　فغاں کہ یافتہ دلدار ذوقِ صحبتِ خویش

[فریاد ہے کہ محبوب نے اپنی صحبت کا ذوق پالیا ہے اس لئے ہم صحبتوں کو اپنی خلوت میں راستہ نہیں دیتا]

٤٩ واضح ہوا۔ یہ ایک صحیح حال ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اسی طرح پر ترقیات کی راہ کو کھلا رکھے، اَللّٰھُمَّ زِدْ۔ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] ——— آپ نے لکھا تھا کہ "میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ٹوپی اور اس کے اوپر صافہ طرہ والا جیسا کہ باشندگانِ عرب دو طرّے (شملہ و طرہ) چھوڑ کر پہنتے ہیں آپ نے میرے سر پر رکھا ہے اور فرماتے ہیں جو کچھ ہم میں تھا ہم نے وہ سب تم کو دیدیا اور تمہاری امانت تمہیں پہنچا دی ہے" میرے مخدوم! یہ خواب ایک بہت بڑی بشارت ہے، مبارک ہو لیکن اس عبارت کو اس پر محمول کرنا چاہئے کہ جو کچھ ہمارے اندر تھا ہم نے تمہارے ظرف و استعداد کے مطابق تم کو دیدیا یا تمہاری امانت کے متعلق جو کچھ ہمارے اندر تھا ہم نے تم کو دیدیا جیسا کہ دوسرا فقرہ اس کا قرینہ ہے ——— آپ نے لکھا تھا کہ "نماز تہجد کے بعد میں مشغول (مراقب) تھا میں نے دیکھا کہ دل (قلب) اور سر کے درمیان ایک بڑا دائرہ پیدا ہوا اور اس دائرے کے درمیان اپنے دل کو کمان کے چلّہ کی مانند پایا جیسا کہ ایک چلّہ کو دو کمانوں پر بند کیا گیا ہو، اسی صورت میں ایک کمان کی جانب جو نظر جاتی تھی تو خالص وحدت دیکھتا تھا اور دوسری کمان کی طرف جو نظر جاتی تھی تو کثرت نظر میں آتی تھی، یہ کثرت بھی رفتہ رفتہ خالص وحدت ہو گئی اور دونوں کمانوں میں خالص وحدت دیکھی جاتی تھی" میرے مخدوم! بزرگوں نے قلب کو برزخ کہا ہے شاید کہ یہ قلب کی برزخی صورت ہے جو کہ نظر آئی ہے اور وہ جو ایک کمان میں خالص وحدت اور دوسری کمان میں کثرت نظر آئی ہے یہ قابَ قوسَین سے ہے اور وہ جو کثرت بھی رفتہ رفتہ خالص وحدت ہو گئی اور آپ نے دونوں کمانوں میں وحدت دیکھی

وہ اَوْاَدْنیٰ کا مقدمہ ہے اور یہ جو ہم نے کہا کہ اَوْاَدْنیٰ کا مقدمہ ہے، یہ اس لئے ہے کہ اَوْاَدْنیٰ اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ کثرت کی قوس نظر سے بالکل جاتی رہے اور منظورِ نظر سوائے قوسِ وحدت کے کچھ نہ ہو ــــ اور یہ جو اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ "یہ یافت نفس یا روح کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ یہ معاملہ خود بخود تھا" یہ کثرت کی قوس کے نظر سے ساقط ہونے کی خبر دینے والا ہے والغیب عند اللہ سبحانہ [غیب (کا علم) اللہ سبحانہ کے پاس ہے] ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "اس دوران میں ایک مخصوص نسبت وارد ہوئی تھی کہ جس کے ساتھ دل ہرگز آشنا نہیں تھا جیسے کوئی اجنبی کسی ایسے شہر میں آجائے جس کو کبھی نہ دیکھا ہو" بیشک إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً[1] [تحقیق بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں] کسی نے خوب کہا ہے ؎

منہ ۵۰

بوصلش تا رسم صد بار ازپا افگند شوقم　　　که نو پروازم و شاخ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۴

ملا اشتاق بہرہ کی[2] کے نام اس شبہ کے حل میں جو کہ آیہ کریمہ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا[3] سے پیدا ہوتا ہے اور حدیث لَا تُفَضِّلُونِي عَلٰى يُونُسَ ابْنِ مَتّٰى کی تحقیق میں اور اَلْإِيمَانُ لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ کی شرح میں اور عوام کے ایمان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مساوات کا توہم دور کرنے اور شہداء جو کہ بعض فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں ان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کے توہم کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ازراہِ محبت ارسال کیا تھا وہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ (اس میں) آپ نے چند سوال لکھے تھے، میرے مخدوم! آپ کے ان سوالوں کو علماء و مشائخ حل کر چکے ہیں تاہم سوال کے لئے جواب سے چارہ نہیں ہے (اس لئے) اس بارے میں کچھ لکھا جاتا ہے:۔

پہلا سوال یہ ہے کہ "حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں

---

[1] سورۂ ۲۷ آیت ۳۴۔ [2] بہرہ کی یعنی بیکہ (لڑا) افغانستان، آپ کا مزار مبارک ابھی تک یہاں موجود ہے اور آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفاء میں سے ہیں نیز وہاں دوسرے بزرگوں میں شاہ ابوالفتح کا مزار بھی موجود ہے جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پانچویں یا چھٹی پشت میں ہیں۔ [3] سورۂ ۴ آیت ۱۲۵۔

فرمایا ہے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا[1] [بیشک میں آپ کو لوگوں کے لیے امام (پیشوا) بنانے والا ہوں] اور نیز فرمایا ہے وَاتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا[2] [آپ یکسو ہو کر ملتِ ابراہیم کا اتباع کیجئے] پس ان دونوں آیتوں کے مقتضی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام مقتدیٰ (جس کی اقتدا کی جائے) اور متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) ہوئے اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تابع (اتباع کرنے والے) ہوئے اور حالانکہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام (تمام مخلوقات سے) یقینی طور پر افضل ہیں اور یہی اشکال حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی پیش آتا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[3] [تحقیق میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں] پس اس آیتِ شریفہ سے وہی اشکال لازم آتا ہے جو کہ مذکورہ سابق آیت سے لازم آتا ہے (یعنی فضیلتِ آدم علیہ السلام)۔ جواب: آیہ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ خلافت کا یہ حکم نوعِ انسان کے لئے ہے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا جیسا کہ ملائکہ کا جواب کہ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ[4] [کیا آپ اس کو پیدا کریں گے جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا] اس پر دلیل ہے کیونکہ فساد اور خونریزی نوعِ انسان میں ہے نہ کہ آدم علیہ السلام میں، اور خلافتِ الٰہیہ کی خصوصیت آدم علیہ السلام کے ساتھ مان لینے کی صورت میں یہ خلافت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ کے ساتھ خاص ہوگی نہ کہ دائمی خلافت کہ جس سے اشکال کا تصور ہو سکے جیسا کہ (اللہ تعالیٰ نے) حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے، یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ[5] [اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ (بادشاہ) بنایا] اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کی شان میں فَاِنَّ فِیْھِمْ خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ الْمَھْدِیَّ[6] [پس بیشک ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے] وارد ہوا ہے اور اسی قسم سے قطبِ ارشاد و غوث و قطبِ مدار ہیں جو کہ ہر زمانہ میں ہوتے ہیں کہ (ان کی) قطبیت اور تمام مناصب اُنہی کے زمانوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، اور اسی طرح قَدَمِیْ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ [میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے] جو کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے (یہ بھی) تحقیق شدہ قول کی بنا پر اُس وقت کے اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، ہاں آیتِ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کا حکم عام اور دائمی ہے۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی امامت عام اور دائمی ہے اس لئے کہ اُن کے بعد کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جو اُن کی ذریت میں سے نہ ہو اور ان کی اتباع کا مامور نہ ہو (اگرچہ وہ اتباع فی الجملہ ہو فی جمیع الاحکام نہ ہو) جیسا کہ

---

[1] سورۃ ۲ آیت ۱۲۴ [2] سورۃ ۴ آیت ۱۲۵ [3] و [4] سورۃ ۲ آیت ۳۰ [5] سورۃ ۳۸ آیت ۲۶۔

[6] یہ پوری حدیث مشکوٰۃ شریف باب اشراط الساعۃ میں ہے لیکن اس میں فان فیھم کی بجائے فان فیھا ہے (رواہ احمد والبیہقی)

آیۂ کریمہ فَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا اس پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ آیتیں آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی کمی نہیں کرتیں (کیونکہ مفسرین نے کہا ہے یعنی توحید میں یا حق جل وعلا کی طرف دعوت دینے کے طریقے میں ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی پیروی کر جیسا کہ وہ نرمی و مدارات کے ساتھ پے در پے دلائل پیش کر کے اور ہر شخص کی سمجھ کے مطابق بحث کر کے دعوت دیتے تھے آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔ صاحب تیسیر نے بیان کیا ہے کہ اتباع (پیروی کرنا) اُس راہ پر چلنے کا نام ہے جس پر متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) چلا ہے۔ پس آنسرورؐ کا حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرنا اس بنا پر تھا کہ آپ اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد مبعوث ہوئے تھے نہ اس لئے کہ آپ مرتبہ میں اُن سے کم ہیں اور اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ (میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں) کے ارشاد کے بموجب یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء (علیہم السلام) سے اکرم و افضل ہیں اور فضیلت میں آپ کا حصہ تمام انبیا و اصفیا سے بہت زیادہ اور بہت جامع ہے اور یہ جو فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ[1] (پس آپ اُن (انبیاء) کی روش کی پیروی کریں) وارد ہوا ہے یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ اس امر سے (بھی) ۵۲ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ ان سب کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم دیتے ہیں اور متابعت کے حکم سے اس کی فاضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ[2] (آپ ان (اپنے اصحاب) سے کام میں مشورہ کر لیا کریں) اصحاب کرام کے ساتھ مشورہ کرنے کا امر ان کی متابعت کے امر کو شامل ہونے سے خالی نہیں ہے (یعنی امر متابعت کو شامل ہے) ورنہ مشورہ کرنے کا کیا فائدہ ہوگا۔ (حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے افضل ہونا اور صحابہؓ کا مفضول ہونا مسلّم امر ہے) اس مقام کی تحقیق اور اس معاملہ کی حقیقت کو ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٗ نے کشف و عرفان کے طریق سے اپنے مکتوبات شریف میں لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جناب مقدس حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام یقینی طور پر سب انبیاء سے افضل ہیں تو پھر حدیث لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلٰى يُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰى (تم مجھ کو یونس بن متی پر فضیلت مت دو) کس معنی میں ہے؟ اور حدیث مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ (جس شخص نے کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اُس نے جھوٹ کہا) کس طرح ہے؟ جواب: ہو سکتا ہے کہ (اس کے) معنی اس طرح ہوں کہ مجھ کو (اُن پر) اس طرح فضیلت نہ دو کہ جس سے مفضول میں نقص لازم آتا ہو یا

عہ رواہ البخاری، المشکوٰۃ باب ذکر الانبیاء۔ [1] سورۃ ۶ آیت ۹۱ [2] سورۃ ۳ آیت ۱۵۸۔

لڑائی جھگڑے کا باعث ہو، اور نیز ہو سکتا ہے (یہ معنی ہوں) کہ تمام قسم کے فضائل میں فضیلت نہ دو اگرچہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کُلّی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ امام مؤذن سے مطلق طور پر افضل ہے اگرچہ اذان دینے کی فضیلت اس میں نہیں ہے، اور نیز ہو سکتا ہے کہ یہ معنی ہوں کہ تم اپنے نفس و خواہشات کی طرف سے فضیلت نہ دو، اور نیز ہو سکتا ہے کہ یہ قول تواضع اور کسرِ نفس کے طور پر فرمایا ہو، اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ نفسِ نبوت میں مجھ کو (اُن پر) فضیلت نہ دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ[1] [ہم اس (اللہ تعالیٰ) کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے] اور نیز ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ قول اپنی افضلیت کا علم ہونے سے پہلے کا ہو، جاننا چاہیے کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کو اس امر میں شرکت حاصل ہے اس کے باوجود اس حکم میں حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ چونکہ اُن (حضرت یونس) علیہ السلام سے ایک زلّت (لغزش) واقع ہوئی تھی اس وجہ سے یہ اُن کے نقص کے توہم کا مقام ہوا اس وہم کو دور کرنے کے لئے ان کی تخصیص اس حکم میں فرمائی کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ[عہ] [گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو] اور اُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ[2] [یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ساتھ تبدیل دیتا ہے] کے مصداق اس (زلّت)
۵۲ص کے باعث ان کے اور اُن کی نبوت کے رتبہ میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا اور ہو سکتا ہے کہ اسی اعتبار سے آپ نے فرمایا ہو کہ جس نے یہ کہا کہ "میں یونس بن متّیٰ سے بہتر ہوں تو اُس نے جھوٹ کہا" یعنی جس شخص نے ان علیہ السلام کی لغزش کے پیشِ نظر اپنے آپ کو اُن پر فضیلت دی اور اپنے آپ کو لغزش اور گناہوں سے پاک تصور کیا پس تحقیق اس نے جھوٹ بولا۔ اللہ تعالیٰ ان کی شان میں فرماتا ہے: فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ[3] [پس انھوں نے اندھیروں میں (اللہ تعالیٰ کی) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے میں بیشک قصوروار ہوں، پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو اس غم سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں] اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ[4] [پھر ان کے رب نے ان کو برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا]

تیسرا[3] سوال یہ ہے کہ یہ بات مسلّم و واضح ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تمام افرادِ امت پر کُلّی فضیلت ہے اور صحیح حدیث[عہ] میں آیا ہے کہ بعض کمالات بعض افرادِ امت میں (ایسے) ہیں جو کہ انبیاء (علیہم السلام)

---

[1] سورۂ ۲ آیت ۱۸۵ [2] سورۂ ۲۵ آیت ۷۰ [3] سورۂ ۲۱ آیت ۸۷، ۸۸ [4] سورۂ ۶۸ آیت ۵۰

عہ رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن مسعودؓ مرفوعاً و موقوفاً مشکوٰۃ آخر باب التوبہ۔ عہ اس مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف باب الحب فی اللہ میں بروایت ابوداؤد مذکور ہے۔

پر فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ شہدا فی سبیل اللہ غسل کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ موتیٰ^{عہ} (مُردہ) کے لفظ کا نہیں پکارے جاتے اور انبیاء (وفات کے بعد) غسل کے محتاج ہیں اور اُن کے لئے موتیٰ^{عہ} کا لفظ بولا جاتا ہے۔

جواب :- یہ فضیلت جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے ہر ایک جُلاہا اور حجام اپنے ہنر و پیشہ کے اعتبار سے صاحبِ فنون عالم پر فضیلت رکھتا ہے اور کلّی فضیلت انبیاء اور عالم کے لئے ہے۔

سوال چہارم : علمائے ماتریدیہ^{عہ} نے کہا ہے اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ [ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے] اس عبارت سے لازم آتا ہے کہ عام مومنین کا ایمان انبیاء علیہم السلام کے ایمان کی مانند ہو اور حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا ایمان قرب و درجہ میں اکمل ہے۔ جواب :- انبیاء علیہم السلام کے ایمان اور عوام کے ایمان کو نفسِ ایمانیت میں شرکت و برابری ہے اور ایمانِ انبیاء کی فضیلت ایمان کو کامل کرنے والی صفات کی طرف راجع ہے کیونکہ جو ایمان کہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور گناہوں اور مشتبہ امور سے پاک ہے وہ کچھ اور ہی صفائی اور علیحدہ نورانیت رکھتا ہے اور بہت بڑے نتائج و ثمرات لاتا ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسری نوع ہو جاتا ہے جیسا کہ افرادِ انسان جو کہ نفسِ انسانیت میں مشترک و مساوی ہیں اور صفات کے کمال و نقصان کے پیشِ نظر اُن میں سے ایک جماعت کو (اللہ تعالیٰ نے) کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گم راہ ہیں] فرمایا ہے

۵۴ اور وہ حقیقتِ انسانی سے نکل گئے ہیں اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ [اگر حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کو میری اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ ضرور بڑھ جائیگا] یہ (ایمان کا) بڑھ جانا بھی صفات کاملہ کے باعث ہے جو کہ ایمان کی نورانیت و صفائی کو بڑھا دیتی ہیں اور میزان (ترازو) کے پلے کو راجح (بھاری) کر دیتی ہیں کیونکہ صفات و اعراض میزانِ موعود (اُخروی) میں وزن کی جائیں گی، اُن (ابوبکرؓ) کا ایمان بھاری کیوں نہ ہو جبکہ وہ موتِ قبل از موت سے مشرف ہوئے ہیں، اور اس صفت میں وہ صحابۂ کرام کے درمیان ممتاز ہوئے اور سبقت لے گئے ہیں اور اسی لئے آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ [اور جو اس (پیغمبر) کے ساتھ ہیں] اور آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے] کے مصداق معیت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درمیان اس موت کی بشارت کے ساتھ جو کہ عینِ معرفت اور ایمان کو کامل کرنے والی ہے مبشر ہوئے ہیں

عہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیہ۔ عہ ارشاد باری تعالیٰ ہے انک میت وانھم میتون سہ امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ کے متبعین۔

جیسا کہ اُن کی شان میں وارد ہوا ہے: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَيِّتٍ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أَبِي بَكْرِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ [جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی مَیّت (مُردہ) کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اس کو ابو بکر ابن قحافہ کی طرف دیکھ لینا چاہئے] اگرچہ تمام صحابہ بھی اس موت کے ساتھ متصف تھے لیکن اس بشارت کے ساتھ ان کی تخصیص اس صفت میں دوسروں سے زیادہ ان کے کمال کی خبر دینے والی ہے اور جو شخص کہ اس صفت میں زیادہ کامل ہے اس کا ایمان بھی اسی قدر زیادہ کامل ہے کیونکہ یہ موت (قبل از موت) اطمینانِ نفس کا ثمرہ دینے والی ہے اور اطمینانِ نفس ایمانِ حقیقی ہے جو کہ زوال سے محفوظ ہے آیۂ کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ [1] [اے (ظاہری) ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور ۱۳۶
اس کے رسول پر (حقیقی طور سے) ایمان لاؤ] گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، اور شاید کہ حدیث اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ [اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] میں یہی ایمان مطلوب ہے، یہ وہ موت ہے جو کہ دائمی زندگی تک پہنچاتی ہے اور قرب و معرفت کے انوار کے ساتھ متصف کرتی ہے، آیۂ کریمہ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ [2] [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے] میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے، والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات۔

مکتوب ۲۵

میر عبد الفتاح ولد حقائق آگاہ میر محمد نعمان قدس سرہٗ کے نام طلبگاری کے لوازم ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ روزمرہ کے امور و حالات حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی عافیت سے ہوں گے اور سنتِ منورہ و شریعتِ عالیہ کے راستے پر استقامت رکھتے اور طلبگاری کے لوازم سے فارغ نہیں ہوں گے اور ہمیشہ تشنہ و مضطرب رہتے ہوں گے، (طلبِ حق سے) سیری و فراغت نصیبِ دشمناں ہو، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف بیقراری ہے جب قرار آگیا تو تصوف نہ رہا۔ مرید کو اس صفت کا ہونا چاہئے کہ حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ [3] ۵۵

---

[1] سورۃ ۴ آیۃ ۱۳۶ [2] سورۃ ۶ آیۃ ۱۲۳ [3] سورۃ ۹ آیۃ ۱۱۸۔

[یہاں تک کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود اُن پر تنگ ہوگئی اور وہ خود بھی اپنی جان سے تنگ آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ (کے غضب) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے] جب طالبِ صادق
اس صفت کا ہو جائے تو امید ہے کہ بخشش کا سمندر جوش میں آجائے اور ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا توبہ ۱۱۸
[پھر اللہ تعالیٰ اُن پر مہربان ہوا تاکہ وہ آئندہ بھی (اس کی طرف) رجوع رہا کریں] کی خوشخبری اس کی جان کے کان میں پہنچائے اور اُس کو اُس سے لے لے تعجب ہے کہ سعادتمند جوان خوابِ خرگوش میں آرام پذیر ہیں اور لوازمِ طلب سے بیٹھ گئے ہیں اور بچوں کی طرح جواہرِ نفیسہ کی بجائے چند ٹھیکروں کے ساتھ مشغول ہو گئے ہیں۔

؎ درجہاں شاہدے وما فارغ — درقدح جرعۂ وما ہشیار

[جہان میں ایک معشوق (موجود) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں]

مکتوب ۲۶

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے وقائع کی تعبیر اور احوال کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کا مکتوب جو کہ وقائع روشن واحوالِ پسندیدہ پر مشتمل تھا پہنچا اور اس نے خوش وقت کیا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ دو واقعے جو آپ نے لکھے تھے ایک واقعے میں مصحف اور دوسرے واقعے میں خلعت آپ کو دیا گیا ہے (یہ دونوں) عمدہ بشارت دینے والے ہیں، اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ اکثر جب میں اپنے احوال میں مقید ہو جاتا ہوں تو اپنے آپ کو نہیں پاتا ہوں اور مراقبہ میں ایسا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر ایک بال چراغ کی مانند شعلہ دیتا ہے اور کلمۂ طیبہ کے کہنے میں ایسی لذت پیدا ہوتی ہے کہ بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں، کیا کمالِ فنائے نفس یہی ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ (جواب) معلوم فرمائیں کہ یہ احوال عمدہ اور پسندیدہ ہیں اور فنائے نفس کے لوازم و متعلقات میں سے ہیں لیکن فنائے نفس فی نفسہٖ ایک اور امر ہے ع

آنجا ہمہ آنست کہ برتر زبیان ست [وہاں سب کچھ وہ ہے جو کہ بیان سے بالاتر ہے] ۵۶

ہاں آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ میں اپنے آپ کو نہیں پاتا ہوں اور یہ جو اس کے بعد لکھا ہے کہ نہ اپنے آپ کو جان سکتا ہوں اور نہ عالم کو، اگر (یہ بات) فنائے قلب کے بعد پیش آتی ہے تو فنائے نفس کی مبادیات میں سے اور اس کے لوازم میں سے ہے۔ مختصر یہ ہے کہ امیدوار رہیں اور هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ [کیا اور بھی ہے]

رکھتے ہوئے فوق کی طرف متوجہ رہیں، ع

ہنوز ایوانِ استغنا بلند ست [ابھی بے نیازی کا مقام بلند ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز کے شروع میں بھی اکثر جمعیت رونما ہوتی ہے اکثر اوقات جب اپنے آپ میں مقید ہو جاتا ہوں تو آفتاب و ماہتاب کے شعلہ کی طرح نظر آتا ہے فقیر اس کے ادراک سے عاجز ہے"۔ آپ جان لیں کہ جو حالت نماز میں حاصل ہوتی ہے بہت عمدہ ہے اور یہ جو آپ خود کو آفتاب کا شعلہ پاتے ہیں ہو سکتا ہے بقا کے آثار ہوں اور یہ نورِ حیات کا ہو جو کہ موت پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ پ۸ ع۲ ۱۲۲
اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنا دیا] اس کی خبر دینے والی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۷

مُلا عطاء اللہ سورتی کے نام اُن کو نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، فضائل مآب برادرم ملا عطاء اللہ اس جانب سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں اور دُور اُفتادہ دوستوں کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کریں۔ میرے مخدوم! چند روزہ زندگی کو جو کہ بہت قیمتی ہے سب سے قیمتی اشیاء میں صرف کرنا چاہئے اور وہ مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی خوشنودیوں کا حاصل کرنا ہے کمرِ ہمت کو اس بزرگ کام میں کس کر باندھیں اور جو کچھ اس کے منافی ہے اس سے الگ ہو جائیں۔ بندہ کے حق میں کمال یہ ہے کہ اس کا مولا اس سے راضی ہو اور وہ اس (اپنے مولا) سے راضی ہو۔ اسی لئے مقامِ رضا تمام مقامات سے اوپر ہوا، اس رضا کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس تعالیٰ شانہٗ سے راضی ہو جائے اور ارادوں اور خواہشات میں اس تعالیٰ شانہٗ کی رضامندی کے خلاف اس سے ظاہر نہ ہو اور رنج پہنچنے کی حالت میں نعمت حاصل ہونے کی مانند کشادہ رُو رہے اور اس کے اوامر و نواہی میں اس کی ابرو پر بل نہ آئے اور تمام افعال واجبی (اللہ تعالیٰ کے افعال) میں شرحِ صدر کے ساتھ رہے اور اس عز برہانہٗ کی قضا و قدر کے ساتھ اطاعت و تسلیم اختیار کرے، والسلام

مکتوب ۲۸

شیخ نور محمد سورتی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد کے لائق ہیں، دوستوں کی خیریت مطلوب و مقصود ہے، اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جلّت عظمتہ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔

جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَۃُ جَآءَ الْمَوْتُ بِحَذَافِيْرِہٖ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْہِ [ہلا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی موت ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں (یعنی نزع وغیرہ جو موت کے وقت اور احوالِ قبر وغیرہ جو اس کے بعد واقع ہوں گے)] احوال لکھتے رہا کریں، اپنے راہِ سلوک اور صاحبزادگان کی کیفیت لکھتے رہیں اور کوشش کریں کہ آپ ہر روز بہتر ہوں ترقیات کے دروازے کھلے رہیں مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گزریں وہ خسارے میں ہے] دوستوں کو دعائے خیر کے ساتھ یاد رکھیں والسلام

مکتوب ۲۹

میر محمد امین بخاری کے نام آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور آیہ کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح و تفسیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد سیادت و نقابت پناہ کی خدمت میں عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس نے مشرف کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ ظاہری مشاغل اور متفرق تعلقات کے باوجود باطنی رابطے اور محبتوں میں کوئی نقص نہیں آیا ہے، امید ہے کہ روز بروز (اس حالت میں) اضافہ ہوگا اور روزانہ ترقی ہوگی، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ عـہ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] حدیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے] اور مفسرین نے اس کی تفسیر لِيَعْرِفُوْنِ [تاکہ مجھے پہچانیں] کے ساتھ کی ہے اور دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ الذاریات ۵۶
وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ عـہ [ہم نے یہ امانت آسمانوں اور الاحزاب ۷۲
زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی پس انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا] اگر امانت سے مراد معرفت ہے تو یہ انسان کے ساتھ کیا خصوصیت رکھتی ہے اور اگر وہ ۵۵

عـہ اس کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ عـہ حاشیہ بر صفحۂ آئندہ۔

کوئی دوسری چیز ہے تو مطلع فرمائیں۔ میرے مخدوم! یہ شبہ اس کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا کہ لیعبدُون کی تفسیر لیعرفون سے کی جائے خواہ کسی معنی کے ساتھ بھی تفسیر کریں اور امانت کو بھی اُس معنی میں لیں یعنی لیعبدون کو اگر اپنے معنی میں رکھیں جیسا کہ اکثر علمائے مفسرین نے کہا ہے اور امانت سے بھی تکالیف شرعیہ جو کہ عبادت کا حاصل ہیں مراد لیں یا دونوں جگہ معرفت مراد لیں تو شبہ وارد ہوتا ہے کہ (دوسری آیت میں) امانت کو اٹھانے کی تخصیص انسان کے ساتھ کیا ہے؟ (جبکہ پہلی آیت میں انسان کے ساتھ جن بھی عبادت یعنی تکالیفِ شرعیہ کے مکلف ہیں)۔ جواب:۔ ہم کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے وجہ تخصیص انسان کی شرافت و بزرگی اور اس کی شان کا اہتمام ہو اگرچہ جنّ (بلکہ ہر چیز) کو (اس میں) شرکت ہو کیونکہ جنّ اس تکلیف میں انسان کے تابع ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے متابع ہیں کیونکہ آپؐ نے لیلۃ الجن میں (ان کو) دعوتِ (اسلام) دی اور یہ سب ایمان لائے اور انھوں نے (اپنی قوم میں واپس آکر) کہا
۴۶/۳۱ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ [اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ] اور (اس) آیت (کے سیاق) کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے وہ (قوم جنات) حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے تابع رہے ہیں جیسا کہ انھوں نے کہا ہے: اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا
۴۶/۳۰ اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی الآیہ [بیشک ہم نے سنا ایک کتاب کو جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے] اور نیز ہوسکتا ہے کہ امانت کا پیش کرنا اور اُس کا اٹھانا خاص انسان کے لئے ہو اور جنات کو اس میں شرکت نہ ہو اگرچہ دونوں کو عبادت یا معرفت کے لئے پیدا کیا گیا ہو اور (اس میں) کوئی اشکال نہیں ہے۔

آپ جان لیں کہ اس سوال کے ان دو جواب کے علاوہ کئی دوسرے جواب بھی ہیں کہ ان صورتوں میں ہرگز کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔ اوّل یہ کہ لیعبدونِ اپنے معنی پر رہے (یعنی تکالیفِ شرعیہ مراد لی جائے) جیسا کہ علما نے فرمایا ہے اور امانت کو معرفت کے معنی میں کہا جائے جیسا کہ آں مشفق (آپ) نے لکھا ہے تو اشکال وارد نہیں ہوتا۔ دوؔم یہ کہ مجاہد نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون سے کی ہے لیکن معرفت کے عام معنی لئے ہیں جو کہ موحد و مشرک، مطیع و عاصی کو شامل ہیں کہ سبھی پہچانتے ہیں لیکن بعض فرمانبرداری نہیں کرتے اور بعض عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں، اس صورت میں اگر امانت سے وہ معرفت مراد لیں جو موحدین یا اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے یا عبادت اور تکالیفِ شرعیہ مراد لیں تب بھی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ سوؔم یہ کہ مفسرین نے کہا ہے، ہوسکتا ہے کہ لیعبدونِ اس معنی میں ہو کہ اَیْ لِیَکُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ [یعنی تاکہ وہ میرے بندے ہوجائیں]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے یعنی انسان کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ معرفت حق تعالیٰ ہر چیز کو حاصل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم (۱۷/۴۴)۔

۵۹ اس صورت میں بھی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ چہارم یہ کہ اگر آیۂ کریمہ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ میں انسان سے مراد حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے تب بھی شبہ وارد نہیں ہوتا۔ پنجم یہ کہ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے مکتوبات جلد ثانی کے مکتوب ۴۷ میں لکھا ہے کہ یہ امانت اس فقیر کے زعم میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو کہ انسان کے کامل افراد کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسانِ کامل کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو خلافت کے حکم کے مطابق تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور سب کو وجود و بقا اور تمام ظاہری و باطنی کمالات کا فیض اُس کے توسط سے پہنچاتے ہیں اگر فرشتہ ہے تو اس کے ساتھ وسیلہ رکھنے والا ہے اور اگر انسان و جن ہیں تو وہ بھی اس کا سہارا پکڑنے والے ہیں اور حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اس کی طرف ہے اور سب اس کی طرف دیکھنے والے ہیں (خواہ وہ اشیاء) اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا (یعنی اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا ہے) اس طرح پر کہ وہ اپنے وجود اور اپنے وجود کے توابع کا نہ کوئی اثر باقی رہنے دیتا ہے اور نہ کوئی حکم، اور جب تک وہ اپنے اوپر ایسا ظلم نہ کرے امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ جَهُوْلًا (یعنی بہت جہالت والا)، ایسا کہ اس کو مطلوب کا نہ علم ہے نہ ادراک بلکہ مقصود کے ادراک سے عاجز اور اس کے علم سے جاہل ہے، اور (حال یہ ہے کہ) یہ عجز و جہل اس مقام میں کمالِ معرفت ہے اس لئے کہ وہاں جو زیادہ جاہل ہے وہی زیادہ معرفت والا ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ ان میں جو زیادہ معرفت والا ہے وہی امانت کو اٹھانے کے زیادہ لائق ہے، یہ دو صفات گویا بارِ امانت اٹھانے کے لئے علت ہیں، یہ عارف جو کہ اشیاء کی قیومیت کے منصب سے مشرف ہوا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے، مخلوق کے اہم امور اس کی طرف راجع کر دیئے گئے ہیں اگرچہ انعامات سلطان (کی طرف) سے ہیں لیکن ان کا پہنچنا وزیر کے وسیلے سے وابستہ ہے۔" تَمَّ كَلَامُهٗ [حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا کلام ختم ہوا] اس صورت میں بھی شبہ وارد نہیں ہوتا، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ

مکتوب ۳۰

شیخ حسین منصور جلندری کے نام فنائے کامل کے حصول کے متعلق اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا چونکہ پسندیدہ کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں

اضافہ کیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اسی طرح ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور پسندیدہ سنتوں کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے زوالِ عین واثر کی حالت کے دائمی ہونے اور کمالات کے اپنی اصل کی طرف رجوع کی دائمی دلیل اور عدم مقید کے عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہونے کے بارے میں لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے، فنا میں ہمارے نزدیک معتبر یہ ہے کہ دوام حاصل کرلے اور جو (فنا) دوام نہ رکھتی ہو وہ دائرۂ اعتبار سے ساقط ہے اور اس قسم کی فنا کہ عدم بھی وجود کی طرح اس سے جدا ہوجائے اور اصل کے ساتھ لاحق ہوجائے تجلئ ذاتی کے آثار سے ہے۔

گر بہ سر کوئے عشقِ ما کشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو ہمارے عشق کے کوچے میں قتل ہوجائے تو شکرانہ دے کیونکہ تیرا خونبہا میں ہوں]

جو عروج کہ (آپ کو) اس وقت پیش آیا تھا اور آپ نے بعض مشائخ کے مقابلہ میں اپنی بلندی کو دیکھا اور لکھا تھا واضح ہوا کہ تحیر کا مقام نہیں ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے] کسی نے خوب کہا ہے ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب میں بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس (خوش نصیب) کی جیب میں ڈالتے ہیں]

میاں شیخ جمال جمعیت کے ساتھ رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۳۱

خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام اپنے اطوار پر افسوس کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، ہزار افسوس کہ قیمتی عمر ہوا و ہوس میں چلی گئی اور محرومی و معصیت میں گذر گئی، درو دیوار اس ناکارہ کے کردار پر گریہ وزاری کر رہے ہیں اور ہر تھیو تھیکری زبانِ حال سے فریاد کرتی ہے مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا بِهٰذَا اُمِرْتَ [تجھ کو اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ اس کے لئے تجھ کو امر کیا گیا ہے] ؎

ہر دو عالم در لباسِ تعزیت اشک مے بارند و تو در معصیت

[دونوں عالم تعزیت کے لباس میں اشک برساتے ہیں اور تو گناہ میں (مبتلا) ہے]

اُذْكُرُوا اللّٰهَ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ [اللہ کا ذکر کرو اور اس کی طرف رجوع کرو] جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ

جاء الموت بما فیہ بحذافیرہ - [لا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنیوالی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی سو ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں (یعنی نزع وغیرہ جو موت کے وقت اور احوالِ قبر وغیرہ جو اس کے بعد واقع ہوں گے)]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۳۲

قاضی حیدر لاہوری کے نام معرفت اور ایمانِ حقیقی حاصل کرنے پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام ۶۱ الاتمان الاکملان علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون اللھم صل علیہ وعلیٰ آلہ وسائر النبیین وآل کل وسائر الصالحین۔ مکتوب گرامی جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مسرور و مشرف ہوا، چونکہ اظہارِ شوق پر مشتمل اور دردِ طلب کی خبر دینے والا تھا (اس لئے) مزید خوشی بخشی، اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما]۔ اس شوق کو نعمتِ عظمیٰ جانیں اور سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں۔ کسی بزرگ نے کہا ہے اگر (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ حق سبحانہ اس شوق کی آگ کو مشتعل کرے اور شعلۂ طلب کو سربلند بنائے تاکہ مطلوب (حقیقی) کے ماسوا سے بالکل بیگانہ کردے اور تفرقہ (جدائی) کی کشمکش سے پوری طرح رہا کردے اور مطلوبِ حقیقی تک پہنچائے، اس دنیائے فانی میں مطلوب حق جل وعلا کی معرفت کا حاصل کرنا ہے اور معرفت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے اس کی صورت وہ ہے جو علمائے کرام نے بیان کی ہے اور مطلق ایمان اس کے ساتھ وابستہ ہے اور معرفت کی حقیقت کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں معروف میں فنا ہونے سے عبارت ہے اور اس (معرفت کی) صورت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ یہ اس کے بغیر متصور نہیں ہوتی، اور ایمانِ حقیقی جو کہ زوال سے محفوظ ہے اس معرفت سے وابستہ ہے شاید کہ حدیث شریف میں اس ایمان کی طرف اشارہ ہے کہ وارد ہوا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ [اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہیں ہے] اور یہ فنا جس پر کہ معرفت کا مدار ہے ایک وجدانی و ذوقی امر ہے جو کہ کہنے اور لکھنے میں نہیں آتا اور کتابوں کے درس و مطالعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا، وَمَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [اور جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

لذتِ مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت نہیں پہچانے گا]

پس عقلمندوں اور ہوشمندوں کو اس سے چارہ نہیں ہے کہ حاصل کار و نقد روزگار میں غور کریں، جس

کسی کو مذکورہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشخبری و بشارت ہے، جو کچھ اس کی پیدائش کا مقصد تھا وہ بجا لایا اور ظل سے اصل کی طرف چلا گیا، مولوی (رومی) قدس سرہ کا شعر ہے ؎

چوں بدانستی تو خود را از نخست سوئے آنحضرت نسب کردی درست
وآنکہ دانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مُردی وگر زیستی

[جب تونے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تونے اس بارگاہ کی نسبت کو درست کر لیا
اور جب تونے جان لیا کہ تو کس کا ظل (سایہ) ہے تو خواہ تو مُردہ ہے یا زندہ (اب) تو بےفکر ہے]

۶۲ب اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے وہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کے باغ کی خوشبو اس کے دماغ میں پہنچے اس کے حصول میں لگ جائے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس شخص سے فانی دنیا میں طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کو تعمیر کرتا ہے۔ ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے حال سے نا آشنا ہی رہے (اور) یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۳۳

عبیداللہ — خواجہ عبیداللہ کولابی کے نام اس بارے میں کہ کثرت کے آئینہ میں وحدتِ حقیقی مشہود نہیں ہے بلکہ انہی ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ارواح کا شہود کمال میں داخل نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور شریعت عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقے پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، مکتوب مرغوب جو آپ نے ان دنوں بھیجا تھا پہنچا چونکہ شوق پر مشتمل اور دردِ طلب کی خبر دینے والا تھا مزید خوشی کا باعث ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اس کو اور زیادہ فرما]۔ آپ نے اپنے احوال کو اس شعر پر محمول کیا تھا ؎

درو دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

[کثرتِ شوق کی وجہ سے در و دیوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ دیکھتا ہوں]

میرے مخدوم! میں آپ کے احوال کو اس شعر کے مضمون سے بلند پاتا ہوں، آپ کا باطن خالص تنزیہ کی طرف متوجہ ہے اور اس شعر کا مضمون کثرت کے آئینے میں وحدت کے شہود کی خبر دینے والا ہے۔ میرے مخدوم! جو کچھ کثرت کے آئینے میں شہود ہے وہ وحدتِ حقیقی نہیں ہے بلکہ اس کی نظیر و مثال اور اس کے ظلال میں سے کوئی ظل ہے، وہ تعالیٰ شانہٗ وراء الوراء ہے اور ہماری دید و دانش سے ماوراء ہے، ع

درکدام آئینہ درآید او [وہ کونسے آئینے میں سما سکتا ہے]

حق سبحانہٗ کو مخلوق کے آئینے میں ڈھونڈنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص آفتاب کو پانی کے طشت میں تلاش کرے ؎

کسے در صحنِ کاچی قلیہ جوید اَضَاعَ الْعُمْرَ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ

[جو شخص حلوے کی پلیٹ میں بھنا ہوا گوشت ڈھونڈتا ہے وہ اپنی عمر محال چیز کی طلب میں ضائع کرتا ہے]۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از خوبی نمے گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[دلبا! جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]۔

۶۳ آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کسی طالب کو یہ دید پیش آجائے کہ وہ ظاہری آنکھ سے پاک روحوں کو مشاہدہ کرنے لگے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟" میرے مخدوم! مشاہدۂ ارواح خواہ چشمِ ظاہر سے ہو یا چشمِ باطن سے کسی کمال میں داخل نہیں ہے اور منازلِ قرب میں سے کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ باطن ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو جائے اور غیر کا کوئی نام و نشان دیدۂ باطن میں باقی نہ رہے۔ ع

تو مباش اصلا کمال این ست و بس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس]

اس قسم کی چیزیں جو سالکوں کو اثنائے راہ میں پیش آیا کرتی ہیں جیسا کہ علمِ بلاغت میں محسّناتِ بدیعی ہوتے ہیں کہ وہ کلام میں حُسن پیدا کرتے ہیں اور وہ بلاغت میں کوئی دخل نہیں رکھتے بلکہ یہ ارواح کا مشاہدہ محسّنات سے بھی کم درجہ رکھتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات مقصد سے باز رکھتے ہیں اور (سالک کو) کمال کے وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں اگر یہ امور (مشاہداتِ ارواح) اس نقصان سے خالی ہوں تو بھی اُن کا فائدہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ سالک کی طلب میں معاونت کرتے ہیں اور اس کے کام میں مددگار ہو جاتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے کچھ سوالات سابقہ خط میں عرض کئے تھے اُن کے جواب کا منتظر ہوں" میرے مخدوم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ خط فقیر کی علالت کے دنوں میں پہنچا تھا اُس وقت خط کا جواب لکھنے بلکہ پڑھنے اور غور کرنے کی بھی طاقت نہ تھی، اس وقت وہ خط نہیں ملا معذور رکھیں۔

والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۳۴

شیخ امان اللہ نبیرہ شیخ حمید بنگالی کے نام اُن کو نصیحت کرنے اور حصولِ معرفت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الوریٰ محمد ن المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی، مکتوبِ گرامی نے پہنچکر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) فقراء کی یاد سے فارغ نہیں ہیں، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا اللہ تعالیٰ بطریقِ احسن میسر فرمائے، امید ہے کہ اس شوق کا شعلہ مشتعل اور محبت کی آگ سربلند رہے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کردے اور مطلوب کی خوشبو دماغ میں پہنچائے ؎

عشق آں شعلہ است کاں چوں برفروخت ہرچہ جز معشوق آں راجملہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑک اُٹھا تو اس نے معشوق کے سوا جو کچھ باقی ہے سب کو جلا دیا]۔

۲۳ بزرگوں کے طریقہ پر استقامت رکھیں اور ان کے مقام کا اچھی طرح خیال رکھیں اور فقراء وطالبین کی خدمت بطریقِ احسن بجالائیں اور شریعت کے راستہ پر قائم رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور بدعتی کے ساتھ صحبت نہ رکھیں اور اس سے بچتے رہیں اَھْلُ الْبِدْعَۃِ کِلَابُ اَھْلِ النَّارِ [بدعتی لوگ اہلِ دوزخ کے کتے ہیں] آپ نے سُنا ہوگا اور بزرگوں کے طریقے میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں کیونکہ طریقہ کی برکات اس وقت تک جاری رہتی ہیں جبتک اس کو امورِ محدثہ (دین میں نئے پیدا کردہ امور) سے ملوث نہیں کیا جاتا اور حق جلّ وعلا کی طلب سے فارغ نہ بیٹھیں اور اُس تعالیٰ شانہٗ کی معرفت کی طرف راستہ تلاش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کے باغ کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے حصول میں لگ جائیں، اس فانی دنیا میں مطلوب اس نعمت کا حصول ہے اور انسان کی پیدائش سے مقصود معرفت کا حاصل کرنا ہے افسوس ہے کہ جو کچھ اس (انسان) سے طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے ناآشنا ہی رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]۔

آپ نے بعض ظاہری پریشانیوں کے لاحق ہونے کے بارے میں لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن (پریشانیوں) کو

جمعیتِ (قلبی) سے تبدیل فرمادے اور ماسوا کے فکر و غم سے رہائی بخشے، جو مسلمان کہ اس ملک (بنگال) سے آتے ہیں ان میں سے اکثر وہاں کے حاکم کی شکایت کرتے ہیں اور اس کی بے دینی و بدعملی کا رونا روتے ہیں، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ اہلِ اسلام اس کی شرارت سے چھوٹ گئے اور اس کے تشدد سے رہائی پاگئے، حاکموں کا ظلم ہماری شامتِ اعمال سے ہے، اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ [تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں] اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور پرہیزگاری و تقویٰ اختیار کرنا چاہیے، وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا
۶۵ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ [اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے چھٹکارے کی سبیل نکال دیتا ہے اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے] دوستوں سے دعاءِ سلامتی خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۳۵

شیخ حسین منصور جلندری کے نام فنا و بقا اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور تجدد امثال کے منشا کی طرف اشارہ کے بیان میں اور اس بارے میں کہ تجلیٔ ذات کا آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہونا کس معنی میں ہے اور کیا زوالِ عین واثر (حقیقتِ) محمدی کے ساتھ مخصوص ہے؟ اور عالم امر، نفسِ مطمئنہ اور عناصر اربعہ کے نہایت عروج کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی ———

مکتوب گرامی پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ احوالِ صحیحہ و کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی کا باعث ہوا، آپ نے اولاً فنا و استہلاک کے حصول اور ثانیاً وجود اور اس کے تابع کمالات کے اصل سے متحقق کی مانند عدم مقید کے عدم مطلق کے ساتھ تحقق کی بابت جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، فنا میں اس قسم کا استہلاک و تحقق فنا کا اعلیٰ درجہ ہے کہ نہ وجود کا کوئی اثر ہے اور نہ عدم کا۔

اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "اس زمانے میں پھر اس عدم کو ہمسایہ و ہمنشین کر دیا ہے اور پہلے سے زیادہ نازک اور زیادہ لطیف ہو گیا گویا کہ وہ نظرِ بصیرت میں نہیں آتا، اس سے پہلے جو عکوس کا قیام اس عدم کے ساتھ تھا اب ایسا نہیں ہے بلکہ معاملہ الٹا ہو گیا ہے۔" میرے مخدوم! یہ دید (دیکھنا) بقا کے

آثار میں سے ہے اور نزول کی خبر دینے والی ہے جس کو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اطمینان کی حقیقت اس مقام میں ہے اور اسلام حقیقی اسی جگہ صورت پذیر ہوتا ہے، اور آپ نے لکھا تھا کہ "توسط حال یعنی عروج کے وقت میں ساعت بساعت کبھی عالم کو معدوم پاتا تھا اور کبھی موجود اور فنائے کامل کے وقت میں ہمیشہ اُس کو معدوم اور دائمی عدم والا دیکھتا تھا اور حق تعالیٰ کے سوا موجود نہیں پاتا تھا پھر رجوع و نزول کے وقت میں کبھی عالم نظر میں آتا تھا اور کبھی چھپ جاتا تھا اور اب اِس وقت موجود پاتا ہے اور ہمہ از وست [سب اسی سے ہے] کا پلہ غالب و راجح دیکھتا ہے۔" ہاں اسی طرح ہے اور اس دید کی ہر ایک چیز صحیح اور معقول وجہ پر مبنی ہے اور تجددِ امثال کا معاملہ انہی دونوں توسطِ حال (یعنی کبھی عالم کو معدوم پانا اور کبھی موجود) پر مبنی ہے جیسا کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے کلام میں غور کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے اور آپ نے جو دو بار حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کو حال میں دیکھا ہے عمدہ اور بشارت دینے والا ہے، اور جو پرواز کہ اعضاء کے وسیلے کے بغیر ہوتی ہے وہ روحانی پرواز ہے جو کہ اُس پرواز سے جو اعضاء کے ذریعہ ہوتی ہے سریع السیر (زیادہ تیز رفتار) ہے، شتان ما بینہما [ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے]۔

آپ نے لکھا تھا "جو کیفیت کہ نمازِ پنجگانہ میں ظاہر ہوتی ہے اُسے کیا لکھے" (جواب) بیشک نماز مؤمن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے اور اس کی کیفیات و واردات کو دوسرے واردات سے کیا نسبت ہے۔ جو مکتوب آپ نے ولی داد برکی کے ہمراہ بھیجا تھا اس میں درج تھا کہ "آپ نے لکھا ہے اس قسم کی فنا کہ عدم بھی وجود کی طرح اُس سے جدا ہو جائے اور اصل کے ساتھ ملحق ہو جائے وہ تجلی ذات کے آثار میں سے ہے اور اکابر کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ تجلی ذات حضرت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے کامل تبعین کے ساتھ مخصوص ہے الخ" (جواب) میرے مخدوم! تجلی ذات اصالت کے طور پر آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے لیکن آپ کے طفیل و تبعیت کے طور پر تمام انبیاء علیہم الصلوات والتحیات اور آپ کے کامل تبعین کو نصیب ہے، سب سے پہلے جس کو اس نعمت کی دعوت دی گئی وہ آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں دوسرے آپ ہی کے طفیل سے اس دعوت میں شریک ہیں اور آپ کی متابعت سے پس خوردہ کے امیدوار ہیں ــــ نیز آپ نے لکھا تھا "ایسا سمجھ میں آیا ہے کہ اگر سالک محمدی المشرب ہے تو وہ عین و اثر دونوں کو زائل کر دیتا ہے اور اس کے غیر (غیر محمدی المشرب) کا اثر زائل نہیں ہوتا۔" میرے مخدوم! غیر محمدی المشرب اگر محمدی المشرب کامل و مکمل پیر کی صحبت میں اس کے طفیل سے ولایتِ محمدی کے کمالات کو پہنچ جائے تو یہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہوتا ہے، اس صورت میں

ہو سکتا ہے کہ عین واثر اُس سے زائل ہو جائے اور فنا کی اس قسم کو حاصل کر لے پس اس فنا والا شخص اگر محمدی المشرب ہے تو کلام کی گنجائش نہیں ہے اور اگر محمدی المشرب نہیں ہے پس یہ جو غیر محمدی المشرب کے بارے میں لکھا ہے تو وہ اس ذریعے سے امیدوار ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے اُس نے کبوتر کے پنجے کو پکڑ لیا اور یکایک پہنچ گئی]

اور عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کی فنا سے فنائے نفس کے مقدم و مؤخر ہونے کی تحقیق اس فقیر نے کسی دوسری جگہ لکھی ہے وہاں سے معلوم کرنا چاہیے ـــ آپ نے لکھا تھا کہ "بارہا معلوم ہوتا ہے کہ لطائفِ خمسہ عرشِ عظیم سے اوپر عروج میں لامحدود مقام تک ہیں لیکن ان کی صورتوں کی کیفیت دیکھنے میں نہیں آتی کیا اس قسم کا عروج سالکوں کو پیش آتا ہے یا نہیں، اگر پیش آتا ہے تو وہ کوئی اعتبار رکھتا ہے یا نہیں؟" (جواب) آپ جان لیں کہ یہ عروج سالکوں کو پیش آتا ہے اور بہت اعتبار رکھتا ہے۔ یہ لطائف (عالمِ امر) جو کہ انسان کے اجزا ہیں اگر اپنے مقامات سے عروج کریں تو اپنے اصول کے ساتھ جو کہ عرش کے اوپر ہیں جا ملیں گے اور وہاں سے ظلالِ اسماء وصفات کے دائرے تک عروج کر جائیں گے جو کہ اُن (اصولِ لطائفِ امر) کے اصول ہیں اور ان کو ولایتِ صغریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو ولایتِ اولیاء ہے، اور وہاں سے اسماء وصفات کے اصول جو کہ ولایتِ کبریٰ سے تعلق رکھتے ہیں جو ولایتِ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات ہے کے دائرے سے ملحق ہو جائیں گے، ان لطائفِ (عالمِ امر) کے عروج کی انتہا اصولِ اسماء وصفات کے اس دائرہ تک ہے اور اس کے اوپر عالمِ امر کا گذر نہیں ہے اس مقام سے حصہ نفسِ مطمئنہ ۶۷
کے لئے ہے اور نفسِ مطمئنہ کے معاملے سے اوپر عالمِ خلق سے واسطہ پڑتا ہے اور عنصرِ خاک تمام عناصر سے اوپر چلا جاتا ہے اور اس کی پستی اس کی سربلندی کا باعث ہو جاتی ہے ؎

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظہرِ گل

[تو بالکل مٹی ہو جا تاکہ پھول اُگیں کیونکہ مٹی کے بغیر پھول پیدا نہیں ہوتا]

یہ کمال کمالاتِ نبوت کے ساتھ وابستہ ہے جو اصالت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کا حصہ ہے اور اُن کی وراثت و تبعیت سے اُمتیوں کو اُن کمالات سے بہرہ ہے ع

وللارض من کاس الکرام نصیب [بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے]

اور جو آپ نے حال کے اندر اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ مصافحہ کیا ہے یہ امید دلاتا ہے کہ آپ ان کے کمالات سے بہرہ مند ہوں گے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۳۶

ملا اشتیاق بہرکی کے نام اس بارے میں کہ محبت باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور معمولاتِ عبادات اور گوشہ نشینی و قطع تعلق پر ترغیب دیتے ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر و سلوک سے مقصود شیخ (پیر) بننا اور مرید بنانا نہیں ہے بلکہ فنائیت و محویت کا حاصل ہونا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط ازراہِ محبت بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، چاہیئے کہ اپنے ظاہری و باطنی احوال اسی طرح لکھتے رہیں، یہ غائبانہ توجہ کا سبب ہوتا ہے۔ میرے مخدوم! اگرچہ صحبت بہت بڑی تاثیر رکھتی ہے لیکن غائبانہ محبت بھی باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور فیض کے راستے کو کھولتی ہے، ع

بوئے جنسیت کند جذبِ صفات [ہم جنس ہونے کی بو صفات کو جذب کرتی ہے]

معمولاتِ عبادت پر اچھی طرح عمل کرتے رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی طاعت میں خوب ہمت سے کام لیں اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور ضرورت کے مطابق مخلوق کے ساتھ میل جول رکھیں بلاضرورت ان کے ساتھ صحبت رکھنا زہرِ قاتل ہے البتہ طالبین کے ساتھ صحبت رکھیں اور افادہ و استفادہ کے مطابق ان کے ساتھ میل جول رکھیں، کسی بزرگ نے کہا ہے لَا تَصْحَبِ الْاَشْرَارَ وَلَا تَقْطَعْ عَنِ اللّٰہِ بِصُحْبَۃِ الْاَخْیَارِ [برے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کر اور نیکوں کی صحبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے قطع نہ کر] ۶۸

اور اپنے احوال کا علم نہ ہونے اور دوستوں کے احوال (معلوم ہونے) سے غمگین نہ ہوں کیونکہ مقصود احوال ہیں، احوال کا علم اگر دے دیا جائے تو نعمت ہے اور اگر نہ دیا جائے تو کوئی غم نہیں ہے جس کسی کا آپ سے حصہ ہے وہ ضرور آپ سے فیض یاب ہو جائے گا۔ سیر و سلوک سے مقصود پیری و مریدی نہیں ہے اس سے مقصود نفس کی روک ٹوک کے بغیر بزرگی کے وظائف کا ادا کرنا ہے اور نیز مقصود فنائیت و محویت ہے اور نفسِ امارہ کی سرکشی اور خودی کا زائل ہونا ہے کہ معرفت اس سے وابستہ ہے، جو کوئی اس شخص کی طرف رجوع کرتا اور انابت لاتا ہے وہ اس کو حق سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو کوئی (اس کی طرف) رجوع نہیں کرتا وہ اس کو حق کے ساتھ رکھتا ہے اس کا ممنون ہونا چاہیئے، رباعی

یارب ہمہ خلق را بمن بد خو کن — وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دلِ من صرف کنی از ہر جہتے — در عشقِ خودم یکجہت و یکرو کن